قرآنِ مبین

۲۷ (27)

آسان ترین، واضح اردو ترجمہ

از

ڈاکٹر محمد حسَن
بی۔اے آنرز، ایم۔اے، پی۔ایچ۔ڈی

www.drhasanrizvi.org

باسمہ تعالیٰ

"قرآنِ مبین"

(مترجم وشارح)

ڈاکٹر محمد حسن رضوی

بی۔اے آنرز۔ایم۔اے، پی ایچ۔ڈی

"شہادۃ العلامۃ معادلۃ دکتورا" من علماء الازہر

مترجم اصولِ کافی در انگریزی مطبوعہ ایران و پاکستان

ڈپٹی ڈائرکٹر: اسلامک ریسرچ سنٹر، شاہراہ پاکستان - پروفیسر: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔

ڈائرکٹر تصنیف وتالیف: ـــــ 'میزان فاؤنڈیشن' ـــــ 'امام حسینؑ فاؤنڈیشن'

(خصوصیاتِ ترجمہ وشرح)

① ـــــ آسان ترین واضح اردو ترجمہ۔ روز مرّہ کی بول چال کی زبان میں۔

② ـــــ بڑے بڑے جلی حروف میں، نہایت خوبصورت واضح کتابت۔

③ ـــــ ترجمہ اور شرح دونوں محمدؐ وآلِ محمدؐ کے ارشادات کے عین مطابق۔

④ ـــــ احادیث رسولؐ وائمہ معصومینؑ کے مکمل حوالوں کے ساتھ۔

⑤ ـــــ ترجمہ میں معنی اور مفہوم کے تسلسل اور ربط کو برقرار رکھا گیا ہے۔

⑥ ـــــ ترجمہ میں مطلب بندی (پیراگرافنگ) کی گئی ہے تاکہ مفاہیم ومطالب کے سمجھنے میں کسی قسم کی الجھن پیدا نہ ہو۔

⑦ ـــــ شرح میں آیات کی مرکزی تعلیمات اور منطقی نتائج سے خاص طور پر بحث کی گئی ہے تاکہ قرآن پر غور وفکر کرنے کی صلاحیتیں بیدار ہوسکیں۔

⑧ ـــــ شرح میں کسی مسلک کے مسلمان یا غیر مسلمان کی دل آزاری نہیں کی گئی ہے صرف حقائق کو دلائل، حوالوں اور احادیث کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ ترجمہ اور شرح تبلیغ کے لئے بے حد مفید ہوگا۔ (انشاءاللہ)

⑨ ـــــ صرف ضروری تشریحات کی گئی ہیں۔ غیر ضروری الجھاؤ اور پھیلاؤ سے گریز کیا گیا ہے تاکہ عام آدمی کی توجہ قرآن کی مرکزی تعلیمات پر مرکوز رہے اور تفسیر، مناظرہ نہ بن جائے۔

⑩ ـــــ تمام اہم جدید وقدیم، تمام مذاہب کے مفسرین سے مفید مطلب استفادہ کیا گیا ہے تاکہ مختلف فقہاء، عرفاء اور مفسرین کی کاوشوں کا بھی علم ہوسکے۔

www.drhasanrizvi.org

اشاریہ پارہ نمبر ۲۷ "قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ"

(بقیہ سورہ ذاریات)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	قومِ لوطؑ پر عذابِ الٰہی کے آنے کا واقعہ اور فرعون، قومِ عاد و ثمود و قومِ نوحؑ کی سرکشی کا انجام	۱۹۲۳ سے ۱۹۲۶
۲	خدا کی قدرت و یکتائی و حکمت کی دلیلیں۔ آسمان، زمین، جوڑے اور قوموں کا کفرانِ نعمت	۱۹۲۶ سے ۱۹۲۸
۳	جنوں اور انسانوں کی غرضِ تخلیق اور ظالموں کا بُرا انجام ————	۱۹۲۸ سے ۱۹۲۹

سورۂ طور (طور کے لفظ سے شروع ہونے والا سورہ)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	قرآن کے منکروں پر خدا کے عذاب کا آنا لازمی ہے ————	۱۹۳۰ سے ۱۹۳۲
۲	متقین کا بہترین انجام اور جنت کی نعمتوں کا بیان، اُن کی اولادوں پر خدا کا احسان ۔	۱۹۳۲ سے ۱۹۳۴
۳	جہنم کے عذاب سے بچنے کی دعا مانگنے والوں کا بہترین انجام۔ اور رسولؐ کے منکروں کا بُرا انجام	۱۹۳۵ سے ۱۹۳۷
۴	خدا کے وجود کے دلائل اور خدا کی یکتائی۔ منکرینِ خدا کی ہٹ دھرمی ————	۱۹۳۷ سے ۱۹۴۰
۵	رسولؐ اور صبر کرنے والے اور نماز پڑھنے والے خدا کی حفاظت میں ہیں ————	۱۹۴۰

سورۂ نجم (ستارے کے ذکر سے شروع ہونے والا سورہ)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	رسولِ خدا کی عصمت اور معرفت اور معراج کا بیان ————	۱۹۴۱ سے ۱۹۴۴
۲	خدا کی یکتائی اور قدرت کا بیان اور ردِّ شرک۔ شفاعت کا اصول ————	۱۹۴۴ سے ۱۹۴۶
۳	دُنیاداروں اور خدا کو بھول جانے والوں کی اصل ذہنیت اور انجام ————	۱۹۴۷
۴	بڑے بڑے گناہوں سے بچنے والوں کے لئے خدا کی معافیاں اور خدا کے علم کی وسعت ۔	۱۹۴۸
۵	اہم ترین خبریں۔ قانونِ مکافاتِ عمل، اور خدا کی قدرت و حکمت و عطا و تخلیق کا بیان	۱۹۴۹
۶	سرکش قوموں کا بُرا انجام اور قیامت کے آنے کی خبر ————	۱۹۵۱

www.drhasanrizvi.org

سورۂ قمر (شق القمر کے بیان والا سورہ)

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۱۹۵۳ سے ۱۹۵۵	شق القمر کا واقعہ اور حق کے منکرین کی ضد، انکار اور انجام	۱
۱۹۵۵ سے ۱۹۶۲	قومِ نوحؑ اور قومِ عاد و ثمود و لوطؑ و فرعون کی سرکشی کا بُرا انجام	۲

سورۂ رحمٰن (خدا کے فیوض، نعمتوں اور احسانات کے بیان والا سورہ)

۱۹۶۵ سے ۱۹۷۰	خدا کی سب سے بڑی نعمتیں، علمِ قرآن، تخلیقِ انسانی، نظامِ کائنات، توازن، غذائیں وغیرہ	۱
۱۹۷۰ سے ۱۹۷۷	خدا کی نعمتوں کے انکار کا بدترین انجام اور خدا سے ڈرنے والوں کا بہترین انجام	۲

سورۂ واقعہ (قیامت کے ہونے والے واقعہ کا بیان)

۱۹۷۷ سے ۱۹۸۴	انسانوں کی تین قسمیں۔ مقربین، اصحابِ یمین، اور اصحابِ شمال	۱
۱۹۸۴ سے ۱۹۸۸	خدا کے وجود، قدرت، حکمت، احسانات کا بیان اور دلائل	۲
۱۹۸۸	قرآن کی معرفت، قرآن کے مطالب صرف مطہرین مُراد معصومینؑ جانتے ہیں	۳
۱۹۸۹ سے ۱۹۹۱	موت کی قسمیں اور حالات	۴

سورۂ حدید (لوہے کے بیان والا سورہ)

۱۹۹۲ سے ۱۹۹۵	معرفتِ خداوندی، معرفتِ رسولؐ	۱
۱۹۹۶ سے ۱۹۹۸	ظاہری فتح سے پہلے کا عمل افضل ہے۔ خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت اور انجام	۲
۱۹۹۸ سے ۲۰۰۰	منافقوں کا حشر اور اُن کی اصل غلطی	۳
۲۰۰۱ سے ۲۰۰۲	اچھے کاموں پر خرچ کرنے والے اور خدا اور رسولؐ کو دل سے ماننے والوں کا مقام	۴
۲۰۰۲ سے ۲۰۰۴	دُنیاداری کی زندگی کی حقیقت اور اس کی بہترین مثال اور آخرت سے مقابلہ	۵
۲۰۰۴ سے ۲۰۰۶	ہر مصیبت پہلے سے مقرر ہے۔ قرآن کی معرفت	۶
۲۰۰۶	اولادِ ابراہیمؑ کی امامت اور وراثتِ کتاب۔ ائمہ معصومینؑ کی امامت کا ثبوت	۷
۲۰۰۷ سے ۲۰۰۸	حضرت عیسیٰؑ کے سچے ماننے والوں کی خصوصیات اور رہبانیت کی حقیقت	۸
۲۰۰۹ سے ۲۰۱۰	حضرت محمد مصطفیٰؐ کو دل سے مان لینے کے نتائج اور مسلمانوں کو نصیحت	۹

www.drhasanrizvi.org

(ابراہیمؑ نے) کہا: "اَے خدا کی طرف سے
بھیجے جانے والے (فرشتو)! آخر تمھاری اَصل
مُہم (مقصد) کیا ہے[1]؟" (۳۱) فرشتوں نے جواب
دیا: "ہم ایک مجُرم گُناہگار قوم[2] کی طرف بھیجے
گئے ہیں (۳۲) تاکہ اُن پر اَیسے سخت مٹّی کے
پتّھر برسائیں (۳۳) جن پر آپؑ کے پالنے والے
مالک کی طرف سے خاص نِشان پڑے ہوئے
ہیں، حَد سے بڑھ جانے والوں کے لئے (۳۴)
تو ہم نے اُس بَستی میں سے سَب اِیمان لانے
والوں کو تو نِکال لیا (۳۵) اور وہاں ہم نے
ایک گھر کے سِوا مُسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا[3] (۳۶)
اور ہم نے اِس (واقعہ) میں ایک بڑی نِشانی
چھوڑ دی، اُن لوگوں کے لئے جو سخت تکلیف

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ (۳۱)
قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ (۳۲)
لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ (۳۳)
مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ (۳۴)
فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۳۵)
فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ (۳۶)
وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ
الْاَلِيْمَ (۳۷)

---

[1] جب فرشتے قومِ لوطؑ پر عذاب نازل کرنے جا رہے تھے تو راستے میں حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے اور ان کو بیٹے کے ہونے کی بشارت دی۔ حضرت ابراہیمؑ سمجھ گئے کہ فرشتوں کے آنے کا اصل مقصد ضرور کچھ اور ہے۔ یہ بشارت تو ضمناً دے دی گئی ہے۔ اس لئے حضرت ابراہیمؑ نے ان سے پوچھا کہ تمہاری اصل مہم کیا ہے؟ (فصل الخطاب)

***

[2] مجرم قوم سے مراد لوطؑ کی قوم ہے۔ (تفسیر صافی ۲۷۷ و تفسیر تبیان)۔

***

[3] محققین اور فقہاء نے ان آیتوں سے نتیجہ نکالا کہ خدا نے ایک ہی واقعہ کو بار بار مختلف الفاظ اور انداز سے بیان فرمایا ہے اس لئے یہ بات جائز ہے کہ کسی بات کو نقل کرتے ہوئے اگر کہنے والے کے بعینہٖ کہے ہوئے الفاظ کے بجائے اس کا مطلب اپنے الفاظ میں بیان کر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا، بشرطیکہ معنی نہ بدل جائیں۔

***

www.drhasanrizvi.org

دینے والی (خدائی) سزا سے ڈرتے ہیں[۱] (۳۷)

اور موسیٰؑ کے قصّے میں (بھی تمہارے لئے بڑا سبق ہے) جب ہم نے اُنھیں فرعون کی طرف کُھلے ہوئے ثبوت کے ساتھ بھیجا (۳۸) تو فرعون نے اَپنی طاقت کے بَل پر اَکڑ کر مُنہ پھیر لیا، اور بولا: "یہ جادُوگر ہے یا دیوانہ ہے"[۲] (۳۹) آخرکار ہم نے اُس کو اور اُس کی فوجوں کو پکڑ لیا اور اُن سَب کو سمندر میں پھینک دیا اور وہ تھا ہی قابِلِ لعنت (یا) اِس حالت میں پھینکا کہ اَب اُس پر (ہمیشہ) لعنت اور پھٹکار برستی ہی رہے گی[۳] (مرگئے مَردُود، جن کی فاتحہ نہ درُود) (۴۰)

وَفِیْ مُوْسٰۤی اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰی فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ (۳۸)
فَتَوَلّٰی بِرُکْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ (۳۹)
فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ وَهُوَ مُلِیْمٌ (۴۰)

---

[۱] آخر میں خدا کا یہ فرمانا کہ "ہم نے ان کے لئے ایک بڑی نشانی چھوڑ دی" اس کا مطلب یہ ہے کہ لوطؑ کی قوم پر آنے والے عذاب کے اثرات کتنے بڑے اور واضح ہیں کہ دیکھنے والوں کے لئے سامان عبرت ہیں جو اس زمین پر مدتوں موجود رہے اور آج بھی موجود ہیں۔ (فصل الخطاب)

***

[۲] مطلب یہ ہے کہ فرعون نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر سرکشی کی اور حق سے منہ موڑ لیا۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ اس کا کھوٹا بہت مضبوط ہے۔ اس لئے اس احمق نے حضرت موسیٰؑ کو جادوگر دیوانہ کہا۔ (فصل الخطاب)

***

[۳] ڈوبے تو سب مگر پھٹکار کی ضمیر صرف فرعون کی طرف پھیری گئی۔ کیونکہ وہ احمق ہی سب کا بیڑا غرق کرنے کا ذمہ دار تھا۔ اسی لئے سورہ ھود میں ارشاد ہوا۔

"وہ (فرعون) ہی اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا کیونکہ اسی (احمق) نے سب کو دوزخ میں پہنچایا ہے"۔ (سورہ ہود، آیت ۹۸)

***

www.drhasanrizvi.org

وَفِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ ﴿۴۱﴾
مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ
كَالرَّمِیْمِ ﴿۴۲﴾
وَفِیْ ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰی حِیْنٍ ﴿۴۳﴾
فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ
یَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾

اور (قوم) عاد کے قِصّے میں بھی (تمھارے لئے نشانی یا سبق ہے) جب کہ ہم نے اُن پر ایک ایسی خُشک بے نتیجہ اور بُری قِسم کی آندھی بھیجی[1] ﴿۴۱﴾ کہ وہ جِس چیز پر سے گزُرتی اُس کو سُوکھی ہوئی گھاس کے چوُرے جَیسا (برباد) کر کے چھوڑتی[2] ﴿۴۲﴾

(اِسی طرح قومِ) ثمود میں بھی (تمھارے لئے خدا کی قدرُت کی نشانی یا سبق موجُود ہے) جَب کہ اُن سے کہا گیا کہ کچھ دِن اور مزے اُڑا لو ﴿۴۳﴾ تو اُنھوں نے اَپنے پالنے والے مالک کے حُکم سے سَرکشی کی" تو اُنھیں اُن کی آنکھوں کے سامنے ایک اَچانک ٹوُٹ پڑنے والی بِجلی نے پکڑ لیا

---

[1] عقیم سے مراد "بے نتیجہ قسم کی ہوا" ہوتی ہے۔ اور یہ لفظ بانجھ عورت کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ ہوا جو بارش نہ لائے اور نباتات کو نہ اگائے، بے نتیجہ کہلاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایسی ہوا سے پناہ مانگنی چاہیئے۔ (تفسیر علی ابن ابراہیم، تفسیر صافی)

***

[2] "رمیم" کے معنی ایسی گھاس کے ہوتے ہیں جو خشک ہو کر بالکل چورہ چورہ ہو جائے۔ (ابن جریر)۔

***

www.drhasanrizvi.org

فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾
وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾
وَالسَّمَاۗءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾
وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور وہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے ﴿۴۴﴾ اِس کے بعد نہ تو اُن میں اُٹھ کر کھڑے ہونے کی طاقت باقی تھی، اور نہ اُنھیں کوئی مدد مِلنا مُمکن تھی ﴿۴۵﴾

اور اِس سے بہت پہلے نوحؑ کی قوم (کا بھی بڑا بُرا انجام ہوا۔ کیونکہ) وہ بھی بڑے بدکار اور نافرمان لوگ تھے ﴿۴۶﴾ ع

۲ ع ۲۳ ۱

آسمان (بھی ہماری قدرت کی ایک نِشانی ہے کہ اُس) کو ہم نے اپنی طاقت سے بنایا ہے اور ہم بڑی وُسعت دینے والے ہیں[۱] ﴿۴۷﴾ اور زمین کو بھی ہم نے فرش بنایا۔ اور ہم کِتنے اچھّے ہموار کرکے بِچھانے والے ہیں[۲] ﴿۴۸﴾ اور ہم نے ہر چیز کے

[۱] حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ اید یعنی ہاتھ کے معنی طاقت کے بھی ہوتے ہیں اور نعمت کے بھی ہوتے ہیں۔ مگر یہاں اس کے معنی قوت کے ہیں۔ جیسے کہ قرآن میں حضرت داؤدؑ کو "ذالاید" یعنی طاقت والا فرمایا گیا ہے۔ اور دوسری جگہ اید کے معنی تائید پہنچانے یا قوت پہنچانے کے بھی آئے ہیں (توحید از شیخ صدوقؒ)

اور آسمان کے لئے خدا کا یہ فرمانا کہ "یقیناً ہم اور زیادہ وسعت دینے والے ہیں" کا مطلب یہ ہے کہ ہماری قدرت محدود نہیں ہم اس آسمان کو اس سے بھی کہیں زیادہ وسیع کرنے اور اس سے زیادہ عظیم مخلوقات کو پیدا کرنے پر بھی قادر ہیں (مجمع البیان از ابن عباسؓ)

***

[۲] زمین کا بچھونا کہنے سے یہ بات ثابت نہیں کی جا سکتی کہ زمین گول نہیں ہے۔ یہاں تو صرف یہ بتایا جا رہا ہے کہ زمین ایک فرش کی حیثیت رکھتی ہے۔ (فصل الخطاب)

***

جوڑے بنائے ہیں (یا) اور ہم نے ہر چیز کو دُو دُو قِسم کا بنایا تاکہ شاید تم سمجھ اور سبق حاصل کرو[1] (۴۹) پس اللہ کی طرف دَوڑو۔ میں تمھارے لئے خدا کی طرف سے صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں (۵۰) اور اللہ کے سِوا دُوسرا خدا نہ بناؤ۔ میں تمھیں اُس کی طرف سے اِس بارے میں کھُلا ہوا ڈرانے والا ہوں[2] (۵۱)

(غرض) یُوں ہی ہوتا رہا۔ اِن سے پہلے کے لوگوں کے پاس کوئی رسولؑ اَیسا نہیں آیا، جسے اُنھوں نے یہ نہ کہا ہو کہ "یہ جادُوگر ہے یا دیوانہ ہے" (۵۲) کیا وہ ایک دُوسرے کو اِس بات کی وصیّت کرتے

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝٤٩

فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ ۖ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُبِينٌ ۝٥٠

وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۖ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُبِينٌ ۝٥١

كَذَٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ۝٥٢

---

[1] امام رضا نے فرمایا "چیزوں کے ایک دوسرے سے متضاد ہونے سے معلوم ہوا کہ خدا کی کوئی ضد نہیں۔ خدا نے اندھیرے کو روشنی کی ضد قرار دیا ہے۔ خشکی کو تری کی ضد قرار دیا ہے۔ اسی نے مخالف چیزوں میں الفت پیدا کی۔ تو جن چیزوں میں تفریق ہو گئی وہ اپنے اندر الفت پیدا کرنے والے کا پتہ بتا رہی ہیں اور خدا کے اس بیان کا کہ "ہم نے ہر ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ہے" یہی مطلب ہے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۷۷۴ بحوالہ کافی)۔

***

[2] جوش بیان کے وقت تکرار ہر خطیب یا انشاء پرداز کی فصاحت کو بڑھا دیا کرتی ہے ظاہر ہے کہ توحید کو ثابت کرنے سے زیادہ جوش بیان کا اور کیا وقت ہو سکتا ہے۔ یہاں پر تکرار تاکید اور حسن بیان کے مترادف ہے۔ (بیضاوی۔ روح)

***

أَتَوَاصَوْا بِهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿۵۳﴾
فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنتَ بِمَلُومٍ ﴿۵۴﴾
وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۵۵﴾
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿۵۶﴾
مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَن
يُطْعِمُونِ ﴿۵۷﴾

چلے آئے ہیں (تاکہ سَب کے سَب یہی بَکتے چلے جائیں) ؟ نہیں، بلکہ یہ سَب (ایک ہی طرح کے) سرکش گروہ ہیں ﴿۵۳﴾ بس اَب آپؐ اِن سے مُنہ پھیر لیجئے۔ اَب آپؐ پر کوئی اِلزام نہیں ﴿۵۴﴾ البتّہ اِنھیں سمجھاتے رہئے (کیونکہ سمجھانا اور نصیحت کرنا اِیمانداروں کو فائدہ پہنچاتا ہے[1] ﴿۵۵﴾

میں نے جِنّات اور اِنسانوں کو اِس کے سِوا کِسی اور کام کے لئے نہیں پَیدا کیا کہ وہ میری بندگی (عاجزانہ اِطاعت) کریں ﴿۵۶﴾ میں اُن سے نہ تو روزی کا طلبگار ہوں، اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا کِھلایا کریں ﴿۵۷﴾ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تو

---

[1] حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری کہ "(رسولؐ) تم ان سے منہ پھیر لو" تو ہم میں سے کوئی ایسا نہ تھا کہ جس کو ہلاکت کا یقین نہ ہو گیا ہو۔ لیکن جب یہ آیت اتری کہ "مگر نصیحت کرتے رہو کہ حقیقتاً نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے" تو ہمارے دل خوش ہو گئے۔" (تفسیر صافی صفحہ ۴۷۷ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

اس سے پہلی آیت سے تو ایسا معلوم ہوا کہ بس اب رسولؐ اس قوم سے الگ ہو کر کہیں دور چلے جائیں گے مگر ایسا صرف اسی وقت ہوتا ہے جب قوم پر عذاب اترنے والا ہوتا ہے۔ اس آیت میں بتایا گیا کہ نہیں، رسولؐ کو اپنا کام جاری رکھنا چاہیئے، تاکہ جو پاک اور نیک ہونا چاہیں، وہ فائدہ اٹھائیں، چاہے وہ کم ہی کیوں نہ ہوں۔ (فصل الخطاب)۔

***

www.drhasanrizvi.org

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ﴿٥٨﴾
فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذَنُوبًا مِثْلَ ذَنُوبِ أَصْحَابِهِمْ
فَلَا يَسْتَعْجِلُونِ ﴿٥٩﴾
فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ يَوْمِهِمُ الَّذِي
يُوعَدُونَ ﴿٦٠﴾

(خود سب کو) روزی دینے والا بھی ہے
اور زبردست اور مضبوط قوّت والا بھی ﴿٥٨﴾
تو یقیناً جن لوگوں نے ظلم کیا اُن کی بھی
سزا کی باری (مقرّر) ہے جیسے اُن
جیسے اُن کے ساتھ والوںؑ کی باری تھی۔
تو وہ لوگ مجھ سے (اپنی سزا پانے
میں) جلدی نہ کریں ﴿٥٩﴾
آخرکار حق سے اِنکار کرنے
والے کافروںؑ کے لئے تباہی
ہی تباہی ہے، (کیونکہ) اُنھوں نے
اپنے اُس دن کا اِنکار کیا جس کا
اُنھیں خوف دلایا جا
رہا ہے ﴿٦٠﴾ ع

ع ۳ ۴ ۲

۱ ظالموں کے ساتھ والوں سے مراد ظالموں کے جیسے لوگ ہیں۔ جو ظلم، حق دشمنی اور بدکاریوں میں پہلے گزرے ہوئے ظالموں کی طرح کے تھے۔ (مجمع البیان)

***

۲ پچھلی آیت میں ظالم اور اس آیت میں کافر کہنے سے معلوم ہوا کہ سب سے بڑا ظلم یہی ہے کہ اللہ کے مقابلے پر کفر و انکار کی روش اختیار کی جائے۔ اس لئے کہ ظلم کے معنی کسی چیز کو غیر مناسب جگہ رکھنا ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ غیر مناسب بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اپنے پالنے والے مالک کی باتوں، دلیلوں، نشانیوں اور احکامات کا انکار کیا جائے آیت میں اس اصولی حقیقت کا بیان آگیا کہ گناہوں کی سزا اور گناہوں میں یکسانیت یا مماثلت پائی جاتی ہے۔ (روح، معالم)

***

www.drhasanrizvi.org

ایاتہا ۴۹ (۵۲) سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالطُّوْرِ ۝۱

وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝۲

فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝۳

وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝۴

وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝۵

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝۶

آیات ۴۹ سورۂ طور مکی رکوعات ۲

(طور کے لفظ سے شروع ہونیوالا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو
فیض اور فائدے پہنچانے والا بے حد مسلسل رحم کرنیوالا ہے ○
قسم ہے طور (کے پہاڑ) کی ① اور ایک
چمکدار کھلے ہوئے ورق میں لکھی ہوئی
کتاب کی ② جو باریک جلد یا جھلی پر
لکھی ہوئی ہے[1] ③ اور قسم ہے بیت المعمور
(یعنی) اس گھر کی جو آباد ہے[2] ④ اور قسم
ہے اس چھت کی جو اونچی ہے ⑤ اور
قسم ہے اس سمندر کی جو موجیں مار رہا
ہے ⑥ کہ تمہارے پالنے والے مالک کا عذاب

---

۱ "رق" اس جھلی کو کہتے ہیں جس پر لکھا جاتا ہے - یہاں مراد ہر وہ چیز ہے جس پر لکھا جائے - (تفسیر صافی صفحہ ۴۷۸)

***

۲ امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا "خدا نے عرش کے نیچے چار ستون قائم کئے ہیں - وہی بیت المعمور ہے - خدا نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ اس کا طواف کریں - پھر فرشتوں کو بھیجا کہ زمین میں ایک مکان اسی انداز کا اسی کی مانند بناؤ اور جو جو زمین میں ہیں ان کو یہ حکم دیا کہ اس کا طواف کیا کریں"

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے آتے ہیں - اور جو ایک دفعہ آتا ہے اس کو دوبارہ آنا نہیں ملتا - (بیت المعمور، ساتویں آسمان پر فرشتوں کا عبادت خانہ ہے جو کعبہ کے عین محاذ پر ہے) - (تفسیر صافی صفحہ ۴۷۸ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾
مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ﴿۸﴾
يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ﴿۹﴾
وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ﴿۱۰﴾
فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾
الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ﴿۱۲﴾
يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿۱۳﴾
هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾
اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾

ضرور بالضرور واقع ہونے والا ہے[۱] ﴿۷﴾ جس
کا دفع کرنے والا (یا) ٹالنے والا کوئی نہیں ﴿۸﴾
جس دِن آسمان بُری طرح تھرتھرانے لگے
گا ﴿۹﴾ اور پہاڑ پُورے کے پُورے اُڑے اُڑے
پھٹے پھٹے پھریں گے[۲] ﴿۱۰﴾ اُس دن (خدا و رسول)
کو) جھٹلانے والوں کے لئے تباہی ہی تباہی
اور بربادی ہی بربادی ہے ﴿۱۱﴾ جو بڑے (غلط
قسم کے) کاموں اور سرگرمیوں میں تفریح
محسوس کرتے ہیں ﴿۱۲﴾ جس دِن وہ لوگ
جہنّم کی آگ کی طرف شِدّت کے ساتھ
دَھکّے دے دے کر لے جائے جائیں گے ﴿۱۳﴾
یہی وہ آگ ہے جسے تم جُھٹلایا کرتے تھے ﴿۱۴﴾
کیا یہ جادُو ہے ؟ یا تمھیں کچھ نظر ہی

---

[۱] مقصد یہ ہے کہ یہ سارا نظام کائنات بزبان حال گواہی دے رہا ہے کہ اعمال کی جزاء ضرور مل کر رہے گی۔ اور اسی جزا و سزا کا نام حشر ہے۔ طور سے مراد جزیرہ نما سینا کا کوہ طور بھی ہے اور ہر پہاڑ بھی مراد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ لغت کے اعتبار سے طور کے معنی پہاڑ کے ہیں ۔ (راغب ، روح بیضاوی، تفسیر کبیر)

***

[۲] یعنی وہ لوگ بے حقیقت و ذرات کی طرح ہو جائیں گے جو کسی روشن دان وغیرہ سے فضا میں بکھرے نظر آتے ہیں (ابن جریر)

لیکن وہ تباہی پیش خیمہ ہو گی نئی تخلیق کا ۔ قیامت نام ہے اٹھ کھڑے ہونے کا۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا "جس دن سب لوگ خدا کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے " لیکن قیامت کی تمہید تباہی و بربادی ہو گی اس لئے پہلے ان تباہیوں کو بتلا دیا گیا ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

نہیں آتا؟[۱] (۱۵) اِسی میں جلتے رہو۔ اَب تم صبر
کرو یا نہ کرو۔ تمھارے لئے (سَب) برابر ہے۔
تمھیں تو بس بالکل وَیسا ہی بدلہ دیا جارہا
ہے جیسے کام تم کیا کرتے تھے[۲] (۱۶)
حقیقت یہ ہے کہ خدا کی ناراضگی یا
بُرائیوں سے بچنے والے "مُتّقین" جنّت کے
سرسبز و شاداب گھنے باغوں اور عیش کے
سامان (یا) نعمتوں میں ہوں گے (۱۷) مَزے
لے رہے ہوں گے' اُس سے جو اُنھیں اُن
کے پالنے والے مالک نے دیا ہو گا۔ غرض
اُن کے پالنے والے مالک نے اُنھیں جہنّم کی
سَزا سے بچا لیا (۱۸) مَزے سے کھاؤ اور پیو'
(اَپنے اُن نیک کاموں کے) بدلے میں جو

اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ
اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۱۶)
اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ (۱۷)
فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (۱۸)

---

[۱] کفار وحی کے بارے میں تو یہ کہا کرتے تھے کہ یہ جادو ہے اب جب جہنم کا ذکر آیا تو کہا یہ بھی جادو ہی ہے (تفسیر صافی صفحہ ۴۷۸)

محققین نے نتیجہ نکالا کہ حق کے منکر اور انکاری حقیقتاً حقائق پر سنجیدگی سے غور ہی نہیں کرتے بلکہ بے فکری، بے غوری، بے خیالی، بے پروائی کے ساتھ سرسری طور پر گذر جاتے ہیں۔

***

[۲] انما کلمہ حصر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمھیں بس اتنا ہی عذاب تو ہو رہا ہے کہ جس کے تم مستحق ہو۔ اس سے زائد سزا تو نہیں مل رہی۔

اور خدا کا یہ فرمانا کہ صبر کرو یا نہ کرو کا مطلب یہ ہے کہ تمھارا چیخنا چلانا، ہائے وائے مچانا، تمھیں اس سزا سے نہیں بچا سکتا۔ اور نہ تمھاری خاموشی کی وجہ سے تم پر رحم کیا جائے گا۔ (تھانوی)

***

www.drhasanrizvi.org

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾
مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ
عِيْنٍ ﴿۲۰﴾
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا
بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ

تم (دُنیا میں) کیا کرتے تھے ﴿۱۹﴾ وہ آمنے سامنے ترتیب کے ساتھ رکھّے ہوئے تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، اور ہم نے اُن کی شادی بڑی بڑی خوُبصورت آنکھوں والی، گوری گوری حوُروں کے ساتھ کردی ہو گی ﴿۲۰﴾

جن لوگوں نے (اَبدی حقیقتوں کو یا خدا و رسولؐ کو) دل سے مانا اور اُن کی اَولاد نے بھی اُن کے ساتھ اِیمان کے کِسی دَرجے میں اُن کی پیَروی کی، تو ہم نے (جنّت میں) اُن کی اَولاد کو اُن سے مِلا دیاؔ، جبکہ ہم نے اُن (بزرگوں) کے اعمال میں سے کچھ کم بھی نہیں کیا۔ غرض ہر آدمی

لے امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا "اگر کوئی مومن درجہ میں بڑھ جائے گا اور اس کی اولاد اس سے کم مرتبہ ہو گی، تو اللہ اس کی اولاد کے درجے بڑھا کر ان کو اس مومن سے ملادے گا۔ تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں" (تفسیر صافی صفحہ ۴۷۸)

اس کی ایک تشریح یہ بھی ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور ان کی جو نابالغ اولاد ہے، انہوں نے بھی ایمان و عمل میں ان کا ساتھ دیا اور وہ نابالغی میں ہی مرگئے تو وہ اپنے باپ دادا سے ملا دیئے جائیں گے۔ (ابن جریر)

لیکن زیادہ سلجھا ہوا مطلب یہی ہے کہ اگر اولاد ایمان اور عمل صالح میں اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلی، مگر عمل کے لحاظ سے اس درجہ کمال پر نہ پہنچ سکی، تو باپ کے حسن عمل کی وجہ سے ان کی کمزوریوں کو نظرانداز کر دیا جائے گا (تفسیر تبیان از ابن عباسؓ)

***

www.drhasanrizvi.org

اَپنے کئے ہوئے اعمال کے ساتھ گروی (گرفتار) ہے (یا) ہر شخص اَپنے اعمال کی کمائی کے عِوض رہن ہے ⑳ پھر ہم اُنھیں مدد پہنچائیں گے، پھلوں سے اور گوشت سے (اور) جس چیز کو بھی اُن کا دِل چاہے گا (وہ سَب چیزیں اُنھیں دِئے چلے جائیں گے) ㉒ اُس (جنّت) میں وہ ایک دُوسرے سے اَیسی شراب کے بھرے ہوئے ساغر لپک لپک کر چھینا جھپٹی بھی کر رہے ہوں گے، جس شراب میں نہ تو کوئی گندی بے ہُودہ بات ہوگی اور نہ کوئی گُنہ ہوگا[1] ㉓ اُن کے پاس چاروں طرف اَیسے نوجوان خدمت گار چکر لگا رہے ہوں گے، جو اُنھیں کے لئے مخصوص

شَیءٍ ؕ کُلُّ امْرِیٍٔ بِمَا کَسَبَ رَهِیْنٌ ٢١

وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ٢٢

يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ٢٣

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ

---

[1] مطلب یہ ہے کہ وہ اس شراب کو پینے کی حالت میں بھی کوئی فضول یا غلط بات منہ سے نہ نکالیں گے اور نہ کوئی غلط کام کریں گے جیسا کہ دنیا میں پینے والے کیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ خدا نے دوسری جگہ فرمایا "اس شراب کو پی کر نہ تو کوئی جھگڑا ہوگا اور نہ اس سے مدہوشی ہوگی"۔ (٢٣ صافات۔ رکوع ٢، تفسیر صافی صفحہ ٤٧٨)

دنیا میں جو چیز حرام ہے۔ وہ اپنی برائی کی بناء پر حرام ہے۔ جنت والی شراب میں وہ برائی موجود ہی نہ ہوگی۔ اس لئے اس کا پینا گناہ نہ ہوگا۔ یوں جتنے کھانے پینے کی چیزیں بیان کی گئی ہیں وہ صرف ذہن کو منتقل کرنے کی لئے ہیں۔ مگر دنیا میں بہت سی چیزوں میں نفع کے ساتھ نقصان بھی ہوتا ہے۔ یہی نقصان کا پہلو جنت میں ہر چیز سے نکال دیا جائے گا۔ اس لئے جنت کی شراب پی کر پینے والوں میں نہ کوئی جھگڑا ہوگا نہ فساد اور نہ وہ ایک دوسرے کو گناہگار ٹھرائیں گے۔ (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

ہوں گے، اَیسے خُوب صُورت جَیسے چھُپا کر رکھّے
ہوئے چمکدار موتی ﴿۲۴﴾ پھر یہ لوگ آپس میں
ایک دُوسرے سے (اُن کے حالات) پُوچھیں
گے ﴿۲۵﴾ وہ کہیں گے کہ ہم تو اِس سے پہلے (دُنیا
میں خود) اَپنے گھر میں بہت ڈرا کرتے تھے ﴿۲۶﴾
تو اللہ نے ہم پر اِحسان فرمایا اور ہم کو اِس
جھُلسا دینے والی سَخت گرم ہَوا کی سَزا
سے بچا لیا[1] ﴿۲۷﴾ حقیقت یہ ہے کہ ہم پہلے ہی
(اَپنی دُنیا کی زندگی میں اِس سَزا سے بچانے
کی) خدا سے دُعائیں مانگا کرتے تھے۔ واقعاً
خدا اَچھّا ہی اَچھّا کرنے والا محُسن بھی ہے
ع ۲۸ ۱ اور مُسلسل بے حَد رحم کرنے والا بھی[2] ع ﴿۲۸﴾
پَس آپؐ تو نصیحت اور یاد دہانی کرتے

مَّكْنُونٌ ﴿٢٤﴾
وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٢٥﴾
قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ﴿٢٦﴾
فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ ﴿٢٧﴾
ع إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ﴿٢٨﴾

۱؎ سموم کے معنی گرم ہوا کے ہوتے ہیں شاہ عبدالقادر صاحب نے ترجمہ کیا "دوزخ کی بھاپ بھی نہ لگی" (موضح القرآن)۔

دوسرا تصور یہ ہے کہ سموم دوزخ کے ایک خاص گرم حصے کا نام ہے۔ (مجمع البیان بقول حسن)

***

۲؎ آیت کے الفاظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ گفتگو حساب کتاب کے بعد ہوئی ہو گی۔ لیکن جناب ابن عباسؓ کا قول ہے کہ یہ بات چیت اس وقت ہو گی جب وہ قبروں سے نکلیں گے۔ (ابن جریر)

عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ آخرت کو بکثرت یاد کرتے رہنا، اپنے برے انجام سے بے حد ڈرتے رہنا، اپنے انجام کے اچھے ہونے کی دعائیں مانگتے رہنا، مقبولین اور متقین کی علامتوں میں سے ہے۔

کیونکہ آیت کا مطلب یہی ہے کہ اے خدا ہم دنیا میں برابر یہ دعائیں مانگا کرتے تھے کہ تو ہمیں دوزخ سے بچالینا، اور جنت عطا فرمانا، سو ہماری دعا سن لی گئی۔ (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

رہئے (کیونکہ) آپؐ اپنے پالنے والے مالک
کے فضل و کرم سے نہ تو کاہن یا نجومی ہیں،
اور نہ دیوانے ہیں[1] (۲۹) کیا یہ لوگ یہ کہتے
ہیں کہ یہ شخص شاعر ہے، اور اِس کے لئے
وہ لوگ اِس بات کا اِنتظار کر رہے ہیں
کہ وہ مَوت کے کِسی حادثہ کا شِکار ہو
جائے؟ (۳۰) آپؐ کہہ دیجئے کہ اَچھا پھر
اِنتظار کرو۔ میں بھی تمھارے ساتھ اِنتظار
کرنے والوں میں سے ہوں[2] (۳۱) کیا اُن کی
عقلیں اُنھیں اَیسی ہی (احمقانہ) باتیں کرنے
کا حُکم دیتی ہیں؟ یا وہ بے حَد سرکش اور
شریر لوگ ہیں؟ (۳۲) کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ
اِس شخصؐ نے یہ قرآن گھڑ لیا ہے؟ نہیں،

فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ۝٢٩
أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ ۝٣٠
قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ۝٣١
أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُمْ بِهَٰذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ
طَاغُونَ ۝٣٢

---

[1] شیخ مرتضیٰ انصاری نے علامہ حلی کے حوالے سے کاہن کے معنی یہ لکھے کہ جو کسی جن کو اپنا مددگار بنالیتا ہے۔ اور اس کے ذریعے غیب کی خبریں حاصل کرلیتا ہے اور پھر سناتا پھرتا ہے۔ یہ بات قرآن کی دوسری آیتوں سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ کاہن جنوں سے تعلق قائم کرلیتا ہے۔ (فصل الخطاب)

***

[2] مطلب یہ ہے کہ تم جو میرے برے دنوں کا انتظار کر رہے ہو۔ وہ دن تمھیں دیکھنے نصیب نہ ہوں گے۔ البتہ میں جس عذاب الہیٰ کا تمھارے لئے انتظار کر رہا ہوں وہ بہت جلد تمھارے سامنے آئے گا چنانچہ وہ مشرکین جنگ بدر میں رسولؐ کے مقابلے پر قتل ہوئے۔

غرض اس میں اشارتاً کہا گیا ہے کہ میرا انجام فلاح اور کامیابی ہے۔ اور تمھارا انجام فساد اور ناکامی ہے (تھانوی)

***

www.drhasanrizvi.org

بلکہ اَصل بات یہ ہے کہ وہ خدا و رسولؐ
کو دِل سے ماننا ہی نہیں چاہتے (۳۳) اَچّھا تو
پھر وہ اِس جیسا اور اِس شان کا کلام بَنا
کر لائیں اگر وہ اَپنی بات میں سچّے ہیں (۳۴)
کیا وہ کِسی خالق کے بغیر خود بخود پَیدا
ہو گئے ہیں ؟ یا یہ خود اَپنے کو پَیدا کرنے
والے ہیں ؟[۱] (۳۵) کیا زمین اور آسمانوں کو
اُنھوں نے پَیدا کیا ہے ؟ بلکہ اَصل بات یہ
ہے کہ وہ (حقیقتوں پر) یقین کرنا ہی نہیں
چاہتے[۲] (۳۶) کیا اُن کے پاس تیرے پالنے والے مالک
کے خزانے ہیں ؟ یا یہی لوگ پُورے کے
پُورے اِقتدار کے مالک ہیں ؟[۳] (۳۷) کیا اُن
کے پاس کوئی سِیڑھی ہے جِس پر چڑھ کر یہ

أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ ۚ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ (۳۳)
فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ (۳۴)
أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ (۳۵)
أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ (۳۶)
أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ (۳۷)
أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ۖ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُم

---

۱ بعض مفسرین نے اس کا مطلب لکھا "بغیر کسی ماں باپ کے" (ابن جریر) لیکن مطلب یہ ہے کہ کیا وہ خود بخود پیدا ہو گئے ہیں ؟ یعنی ان کا کوئی پیدا کرنے والا ہے ہی نہیں ؟ یا وہ خود اپنے خالق ہیں ؟ عقلی حیثیت سے یہ سب باتیں ناممکن ہیں - (مجمع البیان)

***

۲ مطلب یہ ہے کہ جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں - کیونکہ ان کے دل و دماغ کو کسی پیدا کرنے والے کے وجود کا یقین ہے
دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ غور و فکر، تحقیق و تفتیش نہیں کرتے تاکہ انہیں یقین حاصل ہو - اب کیونکہ جان بوجھ کر یقین کی کیفیت حاصل کرنا نہیں چاہتے اس لئے سزا کے مستحق ٹھہرے - (فصل الخطاب)

***

۳ کیونکہ نہ تو ان کے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ وہ پورے پورے اقتدار کے مالک ہیں - اس لئے ان کی یہ بے نیازی ، بے خوفی ، اور بے پروائی سب خلاف عقل ہیں-

***

www.drhasanrizvi.org

(آسمانی رازوں کو) سُن لیتے ہیں ؟ تو جس
نے کچھ سُن لیا ہو، وہ کھلی ہوئی کوئی دلیل
پیش کرے ۳۸ کیا اللہ کے لئے تو بیٹیاں
(ہی بیٹیاں) ہوں اور تمھارے لئے بیٹے (ہی
بیٹے) ؟ ۳۹ کیا آپؐ اُن سے کوئی معاوضہ
مانگتے ہیں جس سے وہ ایک بڑے مالی
نقصان کے بوجھ کے نیچے دبے چلے جاتے
ہیں؟[۱] ۴۰ کیا خود اُن کے پاس چھپی ہوئی
غَیب کی باتوں کا عِلم ہے کہ وہ اُسے
لِکھتے چلے جا رہے ہیں ؟ ۴۱ کیا یہ لوگ کوئی
چال چلنا چاہتے ہیں ؟ (اگر یہ بات ہے
تو) حق سے اِنکار کرنے والے کافروں پر
خود اُن کی چال اُلٹی جا پڑے گی[۲] ۴۲ کیا

بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۳۸
اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ۳۹
اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۴۰
اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۴۱
اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۚ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ۴۲

---

[۱] رسولؐ نے کبھی مشرکوں کافروں سے معاوضہ طلب نہیں فرمایا۔ معاوضہ آل محمدؐ کی محبت میں صرف ان سے مانگا گیا جو ایمان لائے اور وہ معاوضہ بھی خود ماننے والوں کے فائدے کے لئے مانگا گیا۔ جیسا کہ خود قرآن نے فرمایا کہ "جو معاوضہ مانگا گیا ہے وہ تمہارے ہی فائدے کے لئے ہے اور وہ فائدہ یہ ہے کہ وہ معاوضہ تمہیں اللہ تک پہنچانے کا وسیلہ ہے۔

***

[۲] ان کے مکر کا وبال ان پر یہ پڑا کہ وہ بدر کے دن قتل کر دیے گئے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۷۹)

***

www.drhasanrizvi.org

اُن کے لئے اللہ کے سوا کوئی اور خدا ہے؟
پاک ہے اللہ کی ذات اُس شِرک سے
جو یہ لوگ کر رہے ہیں[1] ﴿۴۳﴾ اگر وہ آسمان
کا ایک ٹُکڑا بھی گِرتے ہوئے دیکھ لیں تو
بھی وہ یہی کہیں گے کہ یہ تو بادل ہے جو
تَہ بہ تَہ کر دیا گیا ہے (یا) یہ تو بادل ہے
جو اُمڈا چلا آرہا ہے[2] ﴿۴۴﴾ پس اُنھیں اُن کے
حال پر چھوڑ دیں۔ یہاں تک کہ اُن کو
اُس دِن کا سامنا ہو جس میں وہ بے حِس و
حرکت کر کے مار گِرائے جائیں گے ﴿۴۵﴾ جس
دِن نہ تو اُن کی اپنی کوئی چالاکی یا چالبازی
اُن کے کِسی کام آئے گی اور نہ اُنھیں (کہیں
سے) کوئی مدد مِل سکے گی ﴿۴۶﴾ اور حقیقتاً

اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾
وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا
سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾
فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ
يُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾
يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ
يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾

---

[1] شروع سے آخر تک یہ جتنے سوالات ہیں سب کے سب انکاری حیثیت رکھتے ہیں - یعنی ایسا بھی نہیں ہے، ویسا بھی نہیں ہے یہ سب کی سب باتیں غلط ہیں -

***

[2] ایک قدیم مفسر ابن زید نے دوسری ایک آیت کا حوالہ دیا کہ مشرکین نے کہا " ہم پر آسمان سے کچھ ٹکڑے گرا دیجئے اگر آپ سچے ہیں " (ابن زید)
مطلب یہ ہے کہ یہ سب کچھ بھی ہو جائے تو بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے "

***

www.drhasanrizvi.org

ایسے ظالموں کے لئے تو اُس وقت کے آنے
سے پہلے بھی ایک بڑی سزا ہے لیکن
اُن میں کے اکثر (یہ بات) نہیں جانتے ﴿۴۷﴾
آپؐ تو اَپنے پالنے والے مالک کا فیصلہ
آنے تک صبر سے کام لیں۔ آپؐ تو پوُری
طرح ہماری نِگاہ یا حفاظت میں ہیں۔اور
جب بھی کھڑے ہوا کریں تو اَپنے پالنے والے
مالک کی حمد و تعریف کے ساتھ ساتھ تسبیح
کیا کیجئے (یا) خدا کی حمد کے ساتھ اُس
کی تسبیح پڑھا کیجئے ﴿۴۸﴾ اور رات کے کچھ حِصّہ
(مُراد نمازِ مغرب عشاء اور نمازِ تہجّد) میں
اور ستارے جب پلٹتے ہیں (یعنی فجر کے وقت
جب ستارے ڈُوبتے ہیں) تسبیح پڑھا کیجئے[ل] ع ﴿۴۹﴾

ع ۲۱

وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾
وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾
ع وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾

ل یہاں پر پانچوں نمازوں کے اوقات بتائے گئے ہیں (۱) کھڑے ہونے سے مراد دوپہر کے سونے کے بعد کھڑا ہونا ہے۔ اس سے مراد نماز ظہر و عصر ہو گی اور رات کے کچھ حصے میں تسبیح کرنے سے مراد نماز مغرب و عشاء ہو گی ۔ اور ستاروں کے آسمان سے رخصت ہونے کے وقت سے مراد نماز صبح لی گئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں کہ خدا نے پانچوں نمازوں کے لئے اوقات صرف تین ہی بتائے ہیں۔

(۱) قیلولہ سے اٹھ کر۔ (۲) رات کے کچھ حصے میں۔ (۳) صبح کے وقت۔ یہ بات فقہ جعفری کے مطابق ہے جس میں (۱) ظہرین یعنی ظہر، عصر اور (۲) مغربین یعنی مغرب اور عشاء ملا کر پڑھنے کی اجازت ہے ۔ اور (۳) صبح کی نماز الگ ہے (فصل الخطاب)

آئمہ معصومینؑ کی کچھ حدیثوں سے جنہیں طبرسی نے تفسیر مجمع البیان میں نقل کیا ہے، یہ آیتیں نماز شب اور صبح ظہرین اور مغربین کی نمازوں کے پڑھنے کا بھی حکم دیتی ہیں۔ (تفسیر مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

آیات ۶۲ سورۂ نجم مکیّ رکوعات ۳

(ستارے کے ذکر سے شروع ہونے والا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو
فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے ○
قسم ہے ستارے کی، جب وہ جھکا (۱) کہ
تمھارا ساتھی (مراد رسولؐ) نہ تو گمراہ ہوا
اور نہ وہ بہکا نہ بھٹکا (۲) وہ تو اپنی نفسانی
خواہش سے بات تک نہیں کرتا (۳) اُن کا
کلام (تمام تر) ایک وحی ہے جو (اُن پر) خفیہ
اشارہ کے ذریعہ بھیجی جاتی ہے (۴) اسے زبردست
قوّت والے، مضبوط طاقتوں والے (خدا نے
بذریعہ جبرئیل) تعلیم دیا ہے (۵) جو بڑا شاندار،

ایاتہا ۶۲ (۵۳) سُورَۃُ النَّجْمِ مَکِّیَّۃٌ رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى (۱)
مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (۲)
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (۳)
اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (۴)
عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى (۵)

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ایک رات ہم نے رسول خداؐ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی، نماز کے بعد آپؐ نے فرمایا "آج رات کو طلوع فجر کے وقت ایک ستارہ ٹوٹے گا اور تم میں سے ایک کے گھر گرے گا۔ جس کے گھر میں وہ ستارہ گرے گا وہی میرا وصی، میرا خلیفہ اور میرے بعد امام ہوگا" پس جیسے ہی فجر کا وقت قریب آیا تو ہم میں سے ہر شخص ستارے کے ٹوٹ کر گھر میں گرنے کا منتظر تھا۔ اور اس کی سب سے زیادہ خواہش میرے باپ عباس ابن عبدالمطلب کو تھی۔ مگر جب فجر ہوئی تو ستارہ ٹوٹ کر علیؑ ابن ابی طالب کے گھر میں گرا۔ رسول خداؐ نے فرمایا "یا علیؑ! قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبوت کے ساتھ بھیجا کہ وصیت اور خلافت اور مخلوق خدا کی امامت میرے بعد تمہارے لیے واجب ہو گئی۔

اس پر عبداللہ ابن ابی اور اس کے ساتھی منافقوں نے کہا کہ محمدؐ اپنے چچا زاد بھائی کی محبت میں بہک گئے۔ اور گمراہ ہو گئے اس کے جواب میں خدا نے یہ آیتیں اتاریں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۷۹ بحوالہ المجالس)

***

www.drhasanrizvi.org

ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۙ﴿۶﴾
وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ؕ﴿۷﴾
ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ﴿۸﴾
فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ﴿۹﴾
فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ؕ﴿۱۰﴾
مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾

صاحبِ عقل و حِکمت، صاحبِ قُدرت، صحیح
رائے والا ہے۔ پس وہ (مُراد رسولؐ معراج
کی منزل پر) ٹھہرے ⑥ جبکہ وہ آسمان
کے بلند ترین نقطے پر تھے ⑦ پھر وہ (رسولؐ)
قریب ہوئے۔ پھر اور زیادہ قریب ہوئے ⑧
یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر (قریب ہو
گئے) یا اِس سے بھی کم تر کے فاصلے پر آگئے ⑨
پھر اللہ نے اَپنے بندے کو وحی کے ذریعہ
خُفیہ پیغام دیا، جو اُسے وحی کرنا تھا (یا)
تب اُس نے اَپنے بندے کو وحی پہنچائی جو
وحی اُسے پہنچانی تھی[1] ⑩ اُن (رسولؐ) کے دِل
نے کوئی دھوکہ نہ کھایا اُس میں جسے اُنھوں
نے دیکھا ⑪ تو کیا تم اُن سے بحث یا جھگڑا!

[1] "مضبوط طاقتوں والے صاحب قوت" سے مراد عام مفسرین نے جبرئیلؑ کو لیا ہے - لیکن انکا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ جبرئیلؑ نے رسولؐ کو تعلیم دی - (معاذاللہ) - بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ خدا نے جبرئیل کے ذریعہ رسولؐ کو علم پہنچایا - پھر آٹھویں آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ "پھر زیادہ قریب ہوئے اور زیادہ قریب ہوئے" اس کا مطلب یہ ہے کہ جبرئیلؑ اور جناب رسولؐ خدا دونوں افق اعلیٰ سے اور زیادہ قریب ہوتے چلے گئے - اور پھر جناب رسول خداؐ افق اعلیٰ سے بھی آگے بڑھ گئے - یہاں تک کہ مرکز جلال الہیٰ سے اتنے قریب ہوگئے کہ محسوسات کے دائرے میں لاکر یہ سمجھایا گیا کہ ان کا فاصلہ مرکز جلال الہیٰ سے دو کمانوں یا اس سے بھی کم رہ گیا - یہاں "یا" کا لفظ شک کی وجہ سے نہیں بلکہ "یا" کے یہاں معنی "بلکہ" ہیں تاکہ قرب رسولؐ دو کمانوں میں محدود نہ ہو جائے بلکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ اس قدر قریب ہوئے کہ اس قرب کی کوئی حد نہیں (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

کروگے، اُس میں جسے اُنھوں نے خود دیکھا
ہے ⑫ پھر اُنھوں نے (مُراد رسولؐ نے) اُنھیں
(مُراد جبرئیل کو) دیکھا، دُوسری دفعہ کے اُترنے
میں ⑬ سِدرۃُ المُنتہیٰ کے پاس (یعنی اُس
بیری کے درخت کے پاس جو کائنات کے
اِنتہائی سِرے پر واقع ہے)[1] ⑭ جس کے پاس
جنّت الماویٰ (یعنی) بہشتِ بریں ہے (یعنی
وہ جنّت جو مومنین کے ہمیشہ رہنے کی جگہ
ہے یا مُراد وہ جنّت ہے جس میں شہداء
کی اَرواح رکھّی جاتی ہیں) ⑮ اُس وقت اُس
سُدرہ (یعنی) بیری کے درخت کو لِپٹ رہا
تھا وہ (نُور) جو وہاں چھا رہا تھا ⑯ (مگر نہ
تو اُن کی (رسولؐ کی) نظر چوُکی نہ چُندھیائی[2]

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ⑫
وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬
عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ⑭
عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ⑮
اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ⑯
مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ⑰

---

[1] سدرۃ المنتہیٰ، کے معنی بیری کا درخت حقیقت میں یہ مقام ساتویں آسمان پر ہے، اور یہ عالم بالا سے دنیا کا نقطہ اتصال ہے خدا کے تمام احکامات عالم بالا سے سدرۃ المنتہیٰ پر لائے جاتے ہیں، پھر ملائیکہ ان احکامات کو حاصل کر کے زمین پر لاتے ہیں اسی طرح جو اعمال بلند ہوتے ہیں یہاں آتے ہیں - پھر اوپر اٹھالیئے جاتے ہیں - (جصاص از ابن مسعود و ضحاک، مدارک، معالم، تفسیر کبیر)

***

[2] عام مفسرین نے یہاں بھی یہی مراد لیا ہے کہ رسول خداؐ نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جبرئیل امینؑ کو ان کی اپنی اصلی شکل میں پھر دیکھا- سدرۃ المنتہیٰ ایک بہت ہی اونچا مقام ہے - اور وہیں بہشت بریں بھی ہے - یہاں ایک خاص نور تھا - جو ہر طرف چھایا ہوا تھا یہاں پر رسول خداؐ کی نہ تو نگاہ چوکی اور نہ حد سے آگے بڑھی - یعنی انہوں نے خدا کی ذات کو دیکھنے کی کوشش ہی نہیں فرمائی - صرف خدا کی قدرت کی بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا-

***

www.drhasanrizvi.org

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی ۱۸
اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ۱۹
وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی ۲۰
اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی ۲۱
تِلْکَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰی ۲۲

اور نہ حد سے آگے بڑھی (یعنی رسولؐ نے حد سے آگے بڑھ کر خدا کی عینِ ذات کو دیکھنے کی کوشش نہ کی) (۱۷) حقیقتاً اُنھوں نے اَپنے پالنے والے مالک کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں (مُراد جنّت، جہنّم، مُکافاتِ عمل، انبیاءِ کرامؑ کی اَرواح، عرش، نُورِ خدا کا پرتَو، یا جبرئیل کو اُن کی اَصل شکل میں دیکھا) (۱۸) کیا تم نے 'لات اور عُزّیٰ' (نامی بُتوں پر) غور کیا ہے؟[۱] (۱۹) اور آخر والی تیسری (دیوی) 'منات' پر (بھی غور کیا ہے)[۲]؟ (۲۰) کیا بیٹے تمھارے لئے ہیں، اور بیٹیاں خدا کے لئے؟ (۲۱) یہ تو بڑی بے اِنصافی کی بے ڈھنگی تقسیم

---

[۱] یہاں "کیا تم نے دیکھا" سے مراد "کیا تم نے غور نہیں کیا کہ یہ بے جان، بے بس، بے شعور، بے عقل، مجبور، بت جو خود تمہاری تخلیق ہیں، ہرگز خدا کہلانے کے لائق نہیں - "لات" عرب کی مشہور بہت قدیم دیوی تھی - جو سورج دیوتا کا مظہر تھی - اس کا بت طائف میں تھا - حال ہی میں بعض سیاحوں نے اس کو دیکھا ہے - ڈاؤتی کی دوسری جلد میں اس کا فوٹو بھی ہے -

"عزیٰ" قوت اور طاقت کی دیوی تھی جیسے ہندوستان کی درگا دیوی ہے - یہ یونان اور روما کی زہرہ دیوی جیسی ہے عربوں میں اس کا بڑا نام تھا - اس کا بت نخلہ میں تھا (ماجدی)

***

[۲] "منات" دیوی بھی تقدیر پر حکمران سمجھی جاتی ہے - اس کا بت قدید میں نصب تھا - مدینہ کے اوس و خزرج والے، اس کے بڑے معتقد تھے - ممکن ہے کہ ان سب دیویوں کا تعلق ہندوستان کے مشہور بتکدہ سومنات سے ہو - مشرکین عرب کے نزدیک یہ تینوں دیویاں خدا کی بیٹیاں تھیں - (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

ہے![۱] (۲۲) یہ سب کچھ نہیں ہیں، مگر بس
چند نام ہی نام ہیں، جو تم نے اور تمھارے
باپ دادا نے گھڑ لئے ہیں۔ اللہ نے اِن
کے لئے کوئی دلیل نہیں اُتاری ہے۔ یہ
لوگ صِرف (اَپنے) وہم و گمان اور جو اُن
کے دلوں میں تمنّا ہے، اُس کے پیچھے چل رہے
ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اُن کے پالنے
والے مالک کی طرف سے اُن کے پاس
ہدایت اور صیح رہنمائی آچکی ہے[۲] (۲۳) بھلا
اِنسان کو ہر وہ چیز مِل جاتی ہے جِس کی
وہ تمنّا کرتا ہے؟[۳] (۲۴) (نہیں بلکہ ہر تمنّا) اللہ
ہی کے ہاتھ میں ہے، دُنیا کی بھی اور آخرت
کی بھی (یا) اللہ ہی کے قبضے میں ہے انجام

إِنْ هِيَ إِلَّآ أَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوهَآ أَنتُمْ وَءَابَآؤُكُم
مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَٰنٍ ۚ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا
ٱلظَّنَّ وَمَا تَهْوَى ٱلْأَنفُسُ ۖ وَلَقَدْ جَآءَهُم مِّن
رَّبِّهِمُ ٱلْهُدَىٰٓ ﴿٢٣﴾
أَمْ لِلْإِنسَٰنِ مَا تَمَنَّىٰ ﴿٢٤﴾

---

[۱] ضیزیٰ کے معنی ہیں کہ کسی کو دیوی کہہ دیا کسی کو دیوتا سمجھ لیا، کسی کا نام ہوا کا خدا رکھ دیا۔ اور کسی کو رزق اور بارش کا خدا سمجھ لیا۔ جب کہ ان ناموں سے ان کا کوئی تعلق یا واسطہ تک نہیں۔

***

[۲] اس آیت میں بتایا جارہا ہے کہ تم نے جو بتوں کے نام خدا کے نام پر رکھ دیئے ہیں یہ سب تمہاری اپنی ایجاد ہیں۔ نہ یہ خدا ہیں اور نہ خدا کی اولاد، تمہارے پاس خدا کی ہدایت آچکی ہے کہ یہ بت قابل عبادت نہیں۔ (ابن جریر)

مطلب یہ ہے کہ شرک پر نہ تو کوئی عقلی دلیل ہے نہ نقلی نہ الہامی ثبوت ہے نہ کوئی علمی تجربہ۔

***

[۳] انسان سے یہاں مراد کافر انسان ہے۔ (مدارک۔ معالم)

***

www.drhasanrizvi.org

ع ۲۵ ۵

بھی اور آغاز بھی ع ۲۵

اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں،
جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دے
سکتی، جب تک کہ اللہ جس کے لئے چاہے
اجازت دے دے، اور وہ (اُس کی سفارش
سُننے کے لئے) راضی بھی ہو[1] ۲۶ حقیقت یہ
ہے کہ جو لوگ آخرت (کی زندگی) کو دِل
سے نہیں مانتے، وہ فرشتوں کے نام لڑکیوں
یا دیویوں کے سے رکھ دیتے ہیں ۲۷ حالانکہ
اُنھیں اِس کا کوئی عِلم حاصِل نہیں ہے۔
وہ صِرف وہم و گمُان (یعنی) بِلا وجہ کے
اُوٹ پٹانگ خیالات کے پیچھے پیچھے چل رہے
ہیں۔ اور ایسے وہم و گمُان یا بلا وجہ کا

ۚ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ۲۵

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ۲۶

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ۲۷

وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ

---

[1] مشرک بتوں کی پوجا اس امید میں کرتے تھے کہ یہ بت جن فرشتوں کی شبیہہ ہیں، وہ فرشتے ہماری پوجا پاٹ کی وجہ سے ہماری سفارش خدا کے سامنے کریں گے۔ (مجمع البیان)

ان سے کہا جارہا ہے کہ فرشتے تک خدا کی اجازت کے بغیر خدا سے سفارش نہیں کر سکتے۔ تو بھلا یہ بت کہاں سے تمہاری سفارش خدا سے کر سکیں گے۔ (تفسیر تبیان وصافی)

***

www.drhasanrizvi.org

اُوٹ پٹانگ خیال حقیقت تک پہنچنے کی ضرورت
کو کچھ بھی پُورا نہیں کر سکتا ﴿٢٨﴾
تو اُس شخص کو اُس کے حال پر چھوڑ
کر اُس سے مُنہ پھیر لیجئے جو ہماری یاد سے
مُنہ پھیر لیتا ہے اور دُنیا کی زندگی کے سِوا
اُس کا کچھ مقصد نہیں ہوتا ﴿٢٩﴾ بس یہی (دُنیا)
اُس کے عِلم کی پہنچ کی آخری حَد ہوتی ہے۔
آپؐ کا پالنے والا مالک (اُس کو) خُوب
جانتا ہے جو اُس کے راستے سے بھٹکا ہوا
ہے، اور وہ اُس کو بھی خوب جانتا ہے
جو سیدھے راستے پر ہے[1] ﴿٣٠﴾ زمین اور آسمانوں
کی ہر چیز کا مالک اللہ ہے تاکہ وہ بُرائی
کرنے والوں کو اُن کے عمل کی سَزا دے،

وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ۝
فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۥ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ
اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝
ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ
بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۝
وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ
اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝

[1] یعنی اللہ خوب جانتا ہے کہ کون دین کی دعوت کو قبول کرے گا اور کون نہیں لہذا منکروں کو دعوت دینے میں اپنی جان کو تکلیف نہ دو۔ کیونکہ آپؐ کے ذمہ صرف احکام خدا اور پیغام خدا کو پہنچا دینا ہے۔ اور آپؐ نے یقیناً یہ کام انجام دے دیا ہے (تفسیر صافی صفحہ ٤٨١)

ان آیتوں میں خدا رسولؐ کو سمجھا رہا ہے کہ لوگوں کے نہ ماننے پر آپ رنج نہ فرمائیں۔ یہ لوگ خود اپنے پیروں سے جہنم میں جانے کو تیار ہیں۔ انہیں جانے دیں۔ خس کم جہاں پاک۔ کیونکہ ان لوگوں کا علم بھی حقیقتوں تک نہیں پہنچتا اور ان میں حق طلبی کا جذبہ بھی تو موجود نہیں۔ ان کا تصور تو صرف اور صرف یہ ہے کہ بس دنیا کی زندگی میں عیش اڑالیں۔ اس لئے وہ جان بوجھ کر حق سے مڑے چلے جا رہے ہیں۔ تو پھر اللہ بھی ان کے عمل اور نیتوں سے خوب خوب واقف ہے۔ خدا خود ان سے اچھی طرح نمٹ لے گا۔ آپؐ ان کی اب پرواہ نہ کریں۔ ان کا انجام سب دیکھ لیں گے۔

***

www.drhasanrizvi.org

اور جو اَچّھے اَچّھے کام کریں اُن کو اَچھی جزا
سے نوازے (۳۱) رہے وہ لوگ جو بڑے بڑے
گُناہوں اور کُھلی ہوئی بدمعاشیوں، بدکاریوں
اور فحاشیوں سے بچتے ہیں، سِوا اِتّفاقی معمولی
ہلکی ہلکی غلطیوں کے، تو یقیناً تمھارا پالنے
والا مالک معاف کرنے میں بہت وسیع ہے
(یعنی) حقیقتاً (اُن کے لئے) تیرے مالک کا
دامنِ مغفرت بہت وسیع ہے[۱]۔ وہ تمھیں اُس
وقت سے خُوب جانتا ہے جب اُس نے زمین
سے تمھیں پَیدا کیا تھا، اور جب تم ماؤں
کے پیٹ میں بچّوں کی شکل میں تھے۔ پس
تم اَپنے نیک اور پاک ہونے کے دعوے نہ
کرو۔ (کیونکہ) خدا اُن کو خوب جانتا ہے جو

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا
اللَّمَمَؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ
اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ
بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْؕ هُوَ اَعْلَمُ

---

[۱] فواحش یعنی "بڑے بڑے برے کام" سے مراد زنا اور چوری بھی ہیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۸۱ بحوالہ کافی)

اور گناہ صغیرہ یا معمولی قصور سے مراد وہ گناہ ہیں جو بندہ کبھی کبھی جہالت کے سبب کر بیٹھتا ہے اور پھر شرمندہ ہو کر توبہ کرتا ہے اور خدا سے معافی مانگتا ہے تو وہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۸۱ بحوالہ مجمع البحرین)

اسی آیت سے گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ کا تصور پیدا ہوا ہے مطلب یہ ہے کہ جو لوگ بڑے بڑے گناہوں اور شرمناک کاموں سے بچتے ہیں اور چھوٹے گناہ ان سے اتفاقاً نفس کے غلبہ کی وجہ سے کبھی کبھی ہو جاتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کے لئے خدا کی معافیوں میں بڑی وسعت ہے۔ بڑے گناہوں سے بچے رہنے کی وجہ سے خدا چھوٹے موٹے گناہوں اور معمولی غلطیوں کو معاف کر دے گا (فصل الخطاب)

یہ مطلب بھی لیا گیا ہے کہ جو گناہ اسلام لانے سے پہلے ہو گئے ہیں ان کو بھی معاف کر دیا جائے گا۔ (مجمع البیان)

***

www.drhasanrizvi.org

بِمَنِ اتَّقٰی ﴿۳۲﴾
اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ تَوَلّٰى ﴿۳۳﴾
وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿۳۴﴾
اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿۳۵﴾
اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِىْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾
وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِىْ وَفّٰٓى ﴿۳۷﴾
اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾
وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾

واقعی برائیوں سے بہت بچنے والے 'متقی' پرہیزگار ہیں ﴿۳۲﴾ ع

بھلا آپؐ نے اُسے دیکھا جو (خدا کے راستے سے) پلٹ گیا ﴿۳۳﴾ اور تھوڑا سا (اللہ کی راہ میں) چل کر رُک گیا ﴿۳۴﴾ کیا اُس کے پاس غَیب کا عِلم ہے کہ وہ (حقیقت کو) دیکھ رہا ہے؟ ﴿۳۵﴾ کیا اُسے وہ خبر نہیں پہنچائی گئی جو موسیٰؑ کے صحیفوں میں ہے ﴿۳۶﴾ اور ابراہیمؑ (کے صحیفوں میں بھی ہے) جس نے (خدا سے) وفاداری کی تھی؟ ﴿۳۷﴾ (یہ خبر) کہ کوئی[1] بوجھ اُٹھانے والا دُوسروں کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا ﴿۳۸﴾ اور یہ[2] کہ اِنسان کے لئے کچھ نہیں ہے مگر اُس کی وہی کوشش جو وہ کرے[لہ] (یا) اِنسان کے

ع ۷ ۲

لہ جس طرح کسی کو دوسرے کے گناہ پر نہیں پکڑا جا سکتا۔ اسی طرح کوئی شخص دوسرے کے عمل کا ثواب بھی نہیں پا سکتا اب یہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ میت کے لئے صدقہ نمازیں دعائیں تلاوتیں کی جائیں تو یہ بھی میت ہی کا ایک عمل ہے اس نے اپنے رشتہ داروں کے دلوں میں اتنی محبت ڈالی اور اتنی خدمت کی کہ اس کی کوششوں کے نتیجے میں لوگوں نے اس کے لئے نیکیاں انجام دیں۔ جس طرح کہ حدیث میں آیا کہ مریض کو ان تمام اعمال کا ثواب ملتا ہے جو وہ تندرستی کے عالم میں انجام دیا کرتا تھا۔ (القرآن المبین)

غرض مسیحیت نے تو نجات کا سارا دارومدار ہی کفارہ اور شفاعت پر رکھا۔ لیکن قرآن نے ہر فرد کو اس کے اعمال کا ذمہ دار قرار دیا۔ اور نجات کا دارومدار انسانی افکار و اعمال کے ساتھ ساتھ خدا کے فضل و کرم کو قرار دیا (از بخاری، ابو داؤد، نسائی از تفسیر روح المعانی و معالم)

***

www.drhasanrizvi.org

لئے کچھ نہیں ہے مگر وہی کچھ جس کی وہ کوشش
کرے (۳۹) اور یہ کہ [۳] اُس کی کوشش عنقریب
دیکھی جائے گی (۴۰) پھر [۴] اُسی کے مُطابق اُس
کا پُورا پُورا بدلہ دیا جائے گا (۴۱) اور یہ کہ
آخر [۵] میں (تمھیں) اَپنے پالنے والے مالک
تک پہنچنا ہے [۱] (۴۲) اور یہ کہ وہی [۶] ہے جس نے
ہنسایا ہے اور اُسی نے رُلایا ہے [۲] (۴۳) اور یہ
کہ وہی ہے جس [۷] نے مَوت دی اور اُسی نے
زندگی دی (۴۴) اور یہ کہ وہی [۸] ہے جس نے
مرد عورت کے جوڑے پَیدا کئے (۴۵) ایک
قطرے سے جب وہ ٹپکایا جاتا ہے (۴۶) اور
یہ کہ اُسی [۹] کے ذمّہ ہے دُوسری دفعہ کا پَیدا
کرنا (۴۷) اور یہ کہ اُسی [۱۰] نے غنی یا دولتمند

وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾
ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾
وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾
وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿۴۳﴾
وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿۴۴﴾
وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾
مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾
وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿۴۷﴾
وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿۴۸﴾

[۱] امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ "اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کلام خدا تم تک پہنچے تو خاموش ہو جاؤ۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۸۲ بحوالہ کافی و التوحید و تفسیر قمی)

مطلب یہ ہے کہ جب بات خدا کی ذات و صفات تک پہنچ جائے تو فلسفہ آزمائی نہ کرو۔ (تفسیر صافی)

***

[۲] حالات یا زمانہ نہ رلاتا ہے نہ ہنساتا ہے یہ سارے انقلاب خدا کے اشارہ پر ہوتے ہیں۔ زندگی موت سب خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہی مسبب الاسباب ہے۔ باقی سب واسطے ہیں اور کچھ نہیں۔ جب دنیا میں زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے، تو آخرت میں جزاء و سزا دینا بھی اس کے ہی ہاتھ ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

کیا ہے' اور (اُسی نے) فقیر کیا ہے (۴۸) اور یہ
کہ وہی[۱۱] شِعریٰ SIRIUS (سب سے روشن ستارے
جو سُورج سے ۲۳ گنا زیادہ روشن ہے) کا
بھی مالک ہے[لے] (۴۹) اور یہ کہ اُسی[۱۲] نے پہلے والے
قبیلۂ عاد کو ہلاک کیا (۵۰) اور ثمود[۱۳] کے قبیلے
کو تو ایسا مِٹا کر رکھ دیا کہ اُن میں سے
کِسی کو بھی باقی نہ چھوڑا (۵۱) اور اُن[۱۴] سے
پہلے نوحؑ کی قوم کو تباہ کیا۔ کیونکہ وہ
حقیقتاً بڑے سخت ظالم اور بڑے سرکش
تھے (۵۲) اور (قوم لوطؑ کی)[۱۵] اُوندھی گرنے
والی بستیوں کو اُوپر سے نیچے دے مارا (۵۳)
تو اُن پر چھائی وہ آفت (جو تم جانتے ہو
کہ) کیا چھایا (۵۴) تو اُپنے پالنے والے مالک

وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾
وَاَنَّهٗٓ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾
وَثَمُوْدَا۠ فَمَآ اَبْقٰى ﴿۵۱﴾
وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ
وَاَطْغٰى ﴿۵۲﴾
وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿۵۳﴾
فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿۵۴﴾

لے عزت، ذلت، دولت، فقر، ترقی، سکون قوت، حکومت، سب خدا کے ہاتھ میں ہے ہماری تدبیریں، دعائیں، کوششیں، صرف واسطے ہیں۔ جس طرح دنیا میں یہ سب چیزیں خدا کے ہاتھ میں ہیں اسی طرح آخرت میں اعمال کا بدلہ دینا بھی خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔ رہے ستارے سیارے تو یہ نہ کچھ دے سکتے ہیں اور نہ کچھ چھین سکتے ہیں

ذوالشعریٰ کی مورتی ایک چوکور کالے پتھر پر تھی اور شعریٰ کے معنی ستارے کے بھی ہیں اور یہ ستارہ جوزا کا بھی نام ہے جو آسمان کا روشن ترین ستارہ ہے۔ اس کی عبادت عرب، مصری، یونانی، رومی سب کرتے آئے ہیں، قرآن نے صرف ایک ستارے کا نام لے کر سارے ستارہ پرستی کے نظام کو دے مارا۔ مغربی محققین کے نزدیک اس دیوی کا نام منات دیوی کے ساتھ ملتا ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

کی کن کن نعمتوں اور قدرتوں پر شک کرے
گا؟ (۵۵) یہ[16] بھی ایک ڈرانے والا رسولؐ ہے
پہلے آئے ہوئے ڈرانے والوں میں سے (یا)
یہ (قرآن) ایک تنبیہ (WARNING) ہے پہلے آئی
ہوئی تنبیہوں میں سے (۵۶) وہ قریب آجانے
والی چیز[17] (قیامت) قریب آلگی ہے (یا) (موت
کی) آنے والی گھڑی قریب آلگی ہے[2] (۵۷) اللہ
کے سوا کوئی اس کو ہٹانے والا نہیں (یا)
اللہ کے سوا پردہ کھولنے والا کوئی نہیں[3] (۵۸)
تو کیا اس بات پر تم تعجب کرتے ہو؟ (۵۹)
اور ہنستے ہو۔ روتے نہیں ہو؟ (۶۰) اور گا
بجا کر ان باتوں کو ٹال دیتے ہو؟ (یا)
اور تم غرور و تکبر سے سر اٹھائے چلے جاتے

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾
هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾
اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾
لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾
اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾
وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾
وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾

---

[1] قوموں کی تباہی کے بعد زندہ لوگوں کو بتایا جا رہا ہے کہ بدکار قومیں انسانیت کے کندھوں پر بوجھ ہوتی ہیں۔ جن کا تباہ کیا جانا زندہ افراد کے لئے بہت بڑی نعمت ہوتا ہے۔

***

[2] اب اس امت کو ڈرایا جا رہا ہے کہ عاد و ثمود کا انجام تم نے دیکھ لیا کہیں تمہارا انجام بھی ایسا ہی نہ ہو۔ کیونکہ تمہارا رسولؐ بھی برے انجام سے ڈرانے والا رسولؐ ہے جیسے پہلے ڈرانے والے آئے تھے اس لئے تم کو ڈرنا چاہیئے کہ کہیں ویسا ہی عذاب تم پر نہ آجائے۔ اس کے بعد قیامت کے قریب آجانے کا اعلان ہے۔ (ابن جریر۔ طبری)

***

[3] یعنی قیامت کا برپا کرنے والا خدا کے سوا کوئی نہیں۔ اور اس کے وقت کا بتانے والا بھی خدا کے سوا کوئی نہیں۔ یا خدا کی طرف سے آئے ہوئے عذاب کا ہٹانے والا بھی کوئی نہیں۔ یا برا وقت جو قریب ہے اس کا ہٹانے والا خدا کے سوا کوئی نہیں۔ (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

ہو ⑥١ سجدہ میں جُھک جاؤ اللہ کے آگے،
اور اُس کی بندگی (عاجزانہ اِطاعت)
کرتے رہو۔ (سجدہ کیجئے)[1] ⑥٢ ع

آیات ۵۵ سورہ قمر مکیّ رکوعات ۳

(چاند کا ذکر کرنے والا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو
فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مُسلسل رحم کرنے والا ہے ○
قیامت کا وقت قریب آگیا اور چاند
پھٹ گیا[2] ① مگر اِن لوگوں کا حال یہ ہے
کہ چاہے وہ کوئی بھی نشانی یا مُعجزہ دیکھ
لیں، پھر بھی اپنا مُنہ موڑ موڑ کر ٹال جاتے
ہیں، کہتے ہیں کہ: "یہ تو چلتا ہوا جادو ہے"

۳ ع ۷

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۝٦٢

اٰیَاتُهَا (۵۴) سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ رُكُوْعَاتُهَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝١
وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝٢

---

[1] اس آیت پر فقہ جعفری کے مطابق سجدہ کرنا واجب ہے (تفسیر تبیان)

***

[2] قیامت اس لئے قریب آگئی ہے کہ محمد مصطفیٰؐ کے بعد اب کسی اور نبی کو نہیں آنا۔ نبوت رسالت ختم ہو چکی ہے اب قیامت ہی کو آنا ہے ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس سے مراد امام مہدیؑ کا خروج ہے (تفسیر صافی صفحہ ۴۸۳ بحوالہ تفسیر قمی)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مشرک حضورؐ سے کہتے تھے کہ اگر آپ سچے ہیں تو ہمارے لیے چاند کے دو ٹکڑے کر دیں۔ حضورؐ نے پوچھا "اگر میں ایسا کر دوں تو تم ایمان لاؤ گے؟" انہوں نے کہا "ہاں"۔ وہ چودھویں تاریخ کی رات تھی۔ رسول خداؐ نے خدا سے دعا فرمائی پس چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ جبیر بن مطعم سے بھی یہی روایت ہے۔ اس پر مشرکین نے کہا کہ محمد مصطفیٰؐ نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔ تفسیر قمی میں یہ واقعہ امام جعفر صادقؑ سے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُسْتَقِرٌّ ۝۳
وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ ۝۴
حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝۵
فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُكُرٍ ۝۶

جو ابھی ختم ہو جائے گا" ② (غرض) اُنھوں نے (اَبدی حقیقتوں کو) جُھٹلایا اوراپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے پیچھے چلے۔ ہَر معاملہ کو آخر کار ایک انجام تک پہنچنا ہے ③

اَب جبکہ اُن کے پاس اَیسی خبریں آ چُکی ہیں جو اُن کو سَرکشی سے روکنے کے لئے بہت کافی عِبرت کا سامان ہیں ④ اَیسی پُر اَثر دانائی کی گہری باتیں جو نصیحت کے مقصد کو مکمّل طور پر پُورا کرتی ہیں۔ مگر اَیسی (زبردست) تنبیہیں (WARNINGS) بھی اُنھیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں ⑤ تو بس اَب آپ اُن سے اَپنا مُنہ پھیر لیجئے۔ اَب جس دن پُکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز (مُراد جہنّم)

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

منقول ہے (تفسیر قمی، تفسیر مجمع البیان)

موجودہ سائنس کے اعتبار سے بھی چاند زمین کا ٹکڑا ہے جو زمین سے پھٹ کر الگ ہوا تھا۔ جب زمین پھٹ سکتی ہے تو چاند بھی پھٹ سکتا ہے۔ ۱۹۲۸ء میں جنوبی امریکہ کے ملک لاپلٹا میں ایک ستارہ دو ٹکڑے ہوتے دیکھا گیا۔ اس ستارے کا نام فوائکہ تورس ہے۔ نیز جنوبی افریقہ کی سب سے بڑی رصدگاہ میں یہ دیکھا گیا۔ ہنس برگ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ (ہندوستان ٹائمز دہلی مورخہ ۲۹ / اپریل ۱۹۲۸ء)

شق القمر کا معجزہ ہجرت سے پانچ سال پہلے حج کے موقع پر منیٰ کے اجتماع میں مشرکین کی فرمائش پر ہوا۔ سب لوگوں نے چاند کو دو ٹکڑوں میں پھٹتا ہوا دیکھا۔ اس معجزہ کی شہادتیں بکثرت موجود ہیں اور متواتر احادیث و روایات سے بالکل ثابت ہیں۔ اس لئے یہ معجزہ جناب رسول خدا کا مشہور معجزہ ہے۔ (ابن کثیر۔ تفسیر روح المعانی۔ جصاص)

***

www.drhasanrizvi.org

کی طرف بُلائے گا ۖ ⑥ اِس عالم میں کہ اُن
کی نگاہیں جُھکی اور سہمی ہوئی ہوں گی۔
(اور یہ) اپنی قبروں سے اِس طرح نکلیں گے
جیسے چاروں طرف پھیلی ہوئی ٹڈّیاں ہوں ⑦
پُکارنے والے کی طرف دہشت اور خَوف سے
نظریں جمائے سَرپٹ دَوڑے چلے جا رہے
ہوں گے۔ اُس وقت یہی حق کے مُنکر کہہ
رہے ہوں گے کہ: "(ہائے) یہ تو بڑا مُشکل
اور سخت دِن ہے" ⑧
اُن سے پہلے نوحؑ کی قوم والوں نے بھی
جھٹلایا۔ اُنھوں نے ہمارے بندے (نوحؑ) کو
جھوٹا قرار دیا اور کہا: "یہ تو دیوانہ ہے"۔ اور
اُنھیں بُری طرح ڈانٹا ڈپٹا اور جھڑکا گیا (یعنی

خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ
جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ⑦
مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا
يَوْمٌ عَسِرٌ ⑧
كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا

لے "اب آپ ان سے منہ موڑ لیجیے" کا مطلب یہ ہے کہ اب ان پر اتمام حجت ہو چکا ہے۔ اب ان سے بحث تکرار نہ فرمائیں۔ جہنم رسید ہونے دیں۔ ان سے بات ختم کر دیں (جلالین)
اس کے بعد قیامت کا ذکر کر کے بتا دیا کہ اب ان کا فیصلہ وہیں ہو گا۔

***

www.drhasanrizvi.org

اُن پر لعنت ملامت کی بوچھاڑ کی گئی) ⑨
آخرکار اُنھوں نے اَپنے پالنے والے مالک کو
پُکارا کہ میں اِن کے مُقابلے میں بےبس اور
مغلوب ہو چُکا ہوں۔ تو میری مدد فرما (یا)
اَب تو اُن سے اِنتقام لے[1] ⑩ تو ہم نے برستے
ہوئے پانی کے ساتھ آسمان کے دروازے کھول
دئے ⑪ اور زمین کو پھاڑ کر چشمے بہا دئے۔
پھر سارے کا سارا پانی اُس کام کو پُورا
کرنے کے لئے مِل گیا جو تجویز ہو چکا تھا[2] ⑫
اور نوحؑ کو ہم نے تختیوں اور کیلوں والی
(کشتی) پر سوار کر دیا[3] ⑬ جو ہماری نِگاہوں
کے اِشاروں پر چل رہی تھی (غرض) یہ بدلہ
لِیا تھا اُس شخص کی خاطر جس کی ناقدری

مَجۡنُوۡنٌ وَّازۡدُجِرَ ⑨
فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ ⑩
فَفَتَحۡنَاۤ اَبۡوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنۡهَمِرٍ ⑪
وَّفَجَّرۡنَا الۡاَرۡضَ عُیُوۡنًا فَالۡتَقَی الۡمَآءُ عَلٰۤی اَمۡرٍ
قَدۡ قُدِرَ ⑫
وَحَمَلۡنٰهُ عَلٰی ذَاتِ اَلۡوَاحٍ وَّدُسُرٍ ⑬
تَجۡرِیۡ بِاَعۡیُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنۡ کَانَ کُفِرَ ⑭

---

[1] امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا "حضرت نوحؑ ان میں ۹۵۰ سال رہے اور آپ اپنی قوم کو خفیہ اور اعلانیہ دعوت حق دیتے رہے۔ مگر جب انہوں نے انکار کیا اور سرکشی اختیار کی تو آپ نے یہ دعا فرمائی کہ "مالک میں مغلوب ہوں۔ میرا بدلہ لے"۔ (الکافی)

***

[2] حضرت علیؑ نے فرمایا "آسمان سے کوئی قطرہ ایسا نہیں گرا جس کا شمار نہ کیا گیا ہو ۔ سوا اس کے جو طوفان نوح میں گرا۔ کیونکہ اس دن بے حد و شمار موسلا دھار پانی گرا تھا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۸۳)

***

[3] لوہے کے آلات سے کٹی ہوئی لکڑیاں اور لوہے کی بنی ہوئی کیلیں استعمال ہونا بتاتا ہے کہ حضرت نوحؑ کی قوم ایک مہذب اور متمدن قوم تھی۔

***

www.drhasanrizvi.org

اور ناشکری کی گئی تھی[۱] (۱۴) پھر اُس کشتی کو ہم
نے (اپنی قدرت کی) ایک نشانی بنا کر چھوڑ
دیا۔ تو کیا ہے کوئی سبق لے کر نصیحت قبول
کرنے والا؟ (۱۵) تو اب دیکھ لیا کیسا تھا میرا
عذاب! اور کیسی ہوتی ہیں میری تنبیہیں! (۱۶)
غرض ہم نے اِس قرآن کو سبق سیکھنے اور
اور نصیحت لینے کے لئے آسان کر دیا ہے۔
تو کوئی ہے جو سبق لے اور نصیحت قبول
کرے؟[۲] (۱۷)
عاد (کے قبیلے) نے (بھی اَبدی حقیقتوں کو)
جھٹلایا۔ تو دیکھ لو کہ کیسی تھی میری سزا!
اور میرا ڈرانا! (۱۸) ہم نے ایک ایسے دن جو
ہمیشہ کے لئے منحوس تھا اُن کی طرف ایک

وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (۱۵)
فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ (۱۶)
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (۱۷)
كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَنُذُرِ (۱۸)
اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْ يَوْمِ نَحْسٍ

۱۔ اس شخص کے لئے جس کی ناشکری کی گئی۔ یہاں شخص سے مراد حضرت نوحؑ ہیں۔ (تفسیر صافی)
عرفا نے نتیجہ نکالا کہ خدا اپنے پسندیدہ لوگوں کی طرف سے بھی انتقام لیتا ہے۔ (تھانوی)

***

۲۔ محققین نے نتیجہ نکالا کہ یہ صرف خدا کی عظیم مہربانی ہے کہ اس نے قرآن کو ہمارے لئے آسان کر دیا ہے۔ ورنہ اتنی بڑی حقیقتوں کو سمجھنا ہمارے بس کی بات نہ تھی۔ لیکن قرآن کو پورے طور پر سمجھنا اور اس سے نتائج اخذ کرنا خود ایک مستقل اور مشکل ترین فن ہے۔ مگر اس کی بھی ایک حد ہے۔ اس کے آگے صرف وحی اور معصوم کی رہنمائی ہی سے قرآن کو سمجھا جا سکتا ہے۔

***

مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾
تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾
فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۲۱﴾
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾
كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾
فَقَالُوا أَبَشَرًا مِنَّا وَاحِدًا نَتَّبِعُهُ ۙ إِنَّا إِذًا لَفِي
ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿۲۴﴾

سردی سے ٹھٹھرا دینے والی سخت طوفانی ہوا
بھیج دی[۱] ﴿۱۹﴾ جو لوگوں کو اُٹھا اُٹھا کر اِس
طرح پھینک رہی تھی جیسے وہ جڑ سے اُکھڑے
ہوئے درختوں کے تنے ہوں ﴿۲۰﴾ (دیکھا) کیسی
تھی میری سزا اور میرا ڈرانا! ﴿۲۱﴾ حقیقتاً ہم
نے اِس قُرآن کو سبق لینے اور نصیحت حاصل
کرنے کے لئے آسان بنایا ہے۔ تو کیا کوئی ہے
نصیحت قبول کرنے والا؟ ﴿۲۲﴾ ۱ ع ۲۲ ۸
(قومِ) ثمودؑ نے بھی ڈرانے والے (انبیاءؑ) کو
جُھٹلایا ﴿۲۳﴾ اُنھوں نے کہا: "ایک اکیلا آدمی
جو ہے بھی ہم میں سے" تو کیا اَب ہم اِس
کے پیچھے پیچھے چلیں؟ اِس صُورت میں تو ہم
بالکل گمراہ اور دیوانے ثابت ہوں گے ﴿۲۴﴾

---

[۱] یہ نحوست ان ہی معذب لوگوں کے لئے تھی۔ اور آئمہؑ کی روایت کے اعتبار سے وہ بدھ کا دن تھا۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ وہ عذاب آٹھ دن قائم رہا جو بدھ کے دن سے شروع ہوا تھا اور بدھ ہی کے دن ختم ہوا۔ (علل الشرائع)

ایک شخص نے امام علی نقیؑ سے عرض کی کہ "کیا ہی منحوس دن تھا" امامؑ نے فرمایا "تمہارا یہ حال ہے جب کہ تم ہمارے پاس بھی آیا کرتے ہو؟ تم اپنے گناہ کا الزام ایسی چیز پر لگا رہے ہو جو بے گناہ ہے بھلا دنوں کا کیا قصور ہے جو تم انہیں منحوس قرار دیتے ہو۔ یہ سب اللہ کے فیصلے ہیں" (تحف العقول)

کسی نے امام موسیٰ کاظمؑ سے دنوں کی نحوست کے بارے میں پوچھا تو آپ نے لکھا "اگر کوئی شخص خاص طور پر مہینے کے آخری بدھ کو اس لئے سفر کرے کہ وہ برے شگون لینے والوں کی مخالفت کرنا چاہتا ہے، تو وہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا اور خدا اس کو اس کے مقصد میں کامیابی عطا فرمائے گا (وسائل الشیعہ کتاب الحج، آداب السفر)

***

www.drhasanrizvi.org

ءَاُلْقِیَ الذِّکْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ کَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾
سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْکَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾
اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾
وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَیْنَهُمْ کُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾

کیا ہمارے درمیان بس یہی ایک آدمی رہ گیا تھا جس پر خدا کی وحی اُتاری گئی ہے؟ نہیں بلکہ یہ تو ہے ہی پرلے درجے کا جھُوٹا' گھمنڈی' ڈینگیں مارنے والا' خود پسند"[1] ﴿۲۵﴾ (ہم نے نبیؑ کو وحی کی کہ) اِنھیں کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون پرلے درجے کا جھُوٹا گھمنڈی اور خود پسند ہے[2] ﴿۲۶﴾ ہم ایک خاص اُونٹنی کو بھیجتے ہیں۔ جو اُن کے لئے اِمتحان (کا ذریعہ) ہوگی۔ تو آپؐ ذرا صبر و ضبط سے کام لیں اور دیکھیں[3] (کہ اِن کا کیا حشر ہوتا ہے) ﴿۲۷﴾ بس اُنھیں اِتنا بتا دیں کہ پانی اِن کے اور اُونٹنی کے درمیان تقسیم ہوگا۔ اور ہر ایک اپنی اپنی باری کے دِن پانی پر آیا کرے گا[4] ﴿۲۸﴾ پھر اُن

[1] محققین نے نتیجہ نکالا کہ حق کے منکروں اور مسخ شدہ ذہنیتوں کی گمراہیوں کی کوئی حد نہیں ہوتی۔ کیونکہ ایسے ذہن شیطان کا کھلونا ہوتے ہیں۔

***

[2] مطلب یہ ہے کہ عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ گھمنڈ کرنے والا کون ہے؟ اصل گھمنڈی تو وہ ہے جو خدا کے مقرر کئے ہوئے ھادی کو نہیں مانتا اس کے سامنے سر جھکانے کو اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے وہ شیطان صفت انسان ہے جس نے حضرت آدمؑ کی فضیلت کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔

***

[3] یعنی ہم اونٹنی کو معجزانہ طور پر ظاہر کریں گے۔

***

[4] یعنی ایک دن پانی پینے کی ان کی باری ہے اور دوسرے دن پانی پر جانا ان کے لئے منع ہے۔ اس دن اُنہیں اونٹنی کا دودھ حاصل کرنے کا حق ہوگا۔ (ابن جریر)

***

www.drhasanrizvi.org

لوگوں نے اَپنے آدمی کو پُکارا، تو اُس نے
پکڑ کر (اُس اُونٹنی کے) ٹخنوں کے پچھلے حِصّوں
کو کاٹ کر اُسے مار ڈالا (۲۹) پھر دیکھ لیا کیسا
تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا![1] (۳۰) ہم نے اُن پر
بس ایک دھما کا کیا، تو وہ بھرے ہوئے کھلیان
میں خُشک گھاس کی بُھوسی کی طرح بھُس ہو
کر رہ گئے[2] (۳۱) غرض ہم نے اِس قرآن کو سبق
حاصل کرنے کے لئے آسان بنا دیا ہے۔ تو ہے
کوئی سبق لے کر نصیحت قبول کرنے والا؟ (۳۲)
لوطؑ کی قوم نے بھی ڈرانے والوں کو
جھُٹلایا (۳۳) ہم نے اُن پر سخت پتھراؤ کرنے
والی آندھی بھیج دی۔ سِوا لوطؑ کے خاندان
والوں کے کہ اُن کو ہم نے رات کے پچھلے پہر،

فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ فَعَقَرَ (۲۹)
فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ (۳۰)
إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا
كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ (۳۱)
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (۳۲)
كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ (۳۳)
إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ نَّجَّيْنَاهُم بِسَحَرٍ (۳۴)

---

[1] مطلب یہ ہے کہ اس شخص نے ہاتھ بڑھا کر اونٹنی کو پکڑا اور اس کو قتل کرنے کی جرأت کی اور پھر قتل کر دیا۔۔ (تفسیر صافی)

قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ جب قوم کسی خاص قسم کے معجزے کی فرمائش کرتی ہے اور پھر معجزہ آنے کے بعد بھی لوگ نہیں مانتے تو ان پر عذاب آجاتا ہے۔

***

[2] یہ تشبیہ خاص عربوں کے مذاق کے مطابق ہے کہ جیسے کھیت کے چاروں طرف کانٹوں کی باڑھ لگاتے ہیں اور چند دنوں کے بعد وہ چورا چورا ہو جاتی ہے، بس اسی طرح بڑی بڑی طاقتور قومیں اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ہلاک و برباد ہوئیں۔ (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

سحر کے وقت بچا کر نکال لیا ۱؎ ﴿۳۴﴾ یہ ہمارا فضل و
کرم تھا۔ اس طرح ہم صلہ دیتے ہیں ہر
اُس شخص کو جو ہمارا شکر گزار ہوتا ہے ﴿۳۵﴾ لوطؑ
نے اُن لوگوں کو ہماری سخت پکڑ سے ڈرایا
تھا۔ مگر وہ ہماری ساری تنبیہوں (WARNINGS)
پر شک کرکے، اُس کو باتوں میں اُڑاتے رہے ﴿۳۶﴾
پھر اُنھوں نے لوطؑ کے مہمانوں پر ڈورے
ڈالے، تو ہم نے اُن کی آنکھوں کو ختم کردیا۔
تو لو اَب چکھو میری سزا اور میرے ڈرانے
کا مزہ ۲؎ ﴿۳۷﴾ پھر صُبح سویرے ہی ایک نہ ٹلنے
والے عذاب نے اُنھیں آپکڑا ﴿۳۸﴾ اَب چکھو
مزہ میری سزا کا اور میری تنبیہوں کا ﴿۳۹﴾
ہم نے اِس قرآن کو سبق لینے اور نصیحت

نِعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾
وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾
وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ
فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾
وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾
فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾

۱؎ حضرت لوطؑ کے خاندان کو خدا نے
اپنے عذاب سے محفوظ رکھا اس لئے نہیں
کہ وہ حضرت لوطؑ کے خاندان سے تھے بلکہ
اس لئے کہ وہ ایمان لائے انہوں نے
تصدیق کی اور برائیوں سے بچے رہے۔ اگر
صرف نبی کے خاندان سے ہونا نجات کے
لئے کافی ہوتا تو حضرت نوحؑ کا بیٹا غرق نہ
ہوتا۔ اور اگر نبی کی بیوی ہونا ہی نجات
کے لئے کافی ہوتا تو حضرت لوطؑ کی بیوی پر
عذاب نہ اترتا۔ (ماجدی)

***

۲؎ روایت میں ہے کہ جبرئیل نے ان کی
طرف انگلی ماری جس سے ان کی آنکھیں
جاتی رہیں۔ (تفسیر صافی)
"ان کی آنکھوں کو ختم کردیا" یعنی ان
کی بصارت ختم کردی گئی اب وہ گھر سے
باہر نکلنا چاہتے تھے تو ان کو گھر کا دروازہ
تک دکھائی نہ دیتا تھا۔ حضرت لوطؑ نے پکڑ
پکڑ کر دھکے دے کر گھر سے باہر نکالا۔ ان
کی آنکھوں کے نشان تک مٹ گئے تھے۔
(تفسیر صافی)

***

حاصل کرنے کے لئے آسان بنا دیا ہے۔ تو ہے
کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے؟[1] ع ﴿٤٠﴾
٢ ع ١٨ ٩

اور فرعون والوں کے سامنے بھی ڈرانے
والی چیزیں آئیں ﴿٤١﴾ تو اُنھوں نے ہماری
ساری کی ساری نشانیوں کو جُھٹلا دیا۔ آخر کار
ہم نے اُنھیں پکڑ لیا۔ جس طرح کوئی زبردست
طاقت، اِقتدار، عِزّت اور قدُرت والا پکڑا
کرتا ہے ﴿٤٢﴾

کیا تمھارے (زمانے کے) کافر اُن لوگوں
سے بہتر ہیں؟ یا آسمانی کِتابوں میں تمھارے
لئے کوئی معافی لکھّی ہوئی ہے؟ ﴿٤٣﴾ یا وہ
لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم ایک مضبُوط جماعت
ہیں، جو فتح حاصل کر کے ہی رہے گی؟[2] ﴿٤٤﴾

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾
وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿٤١﴾
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿٤٢﴾
اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾
اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿٤٤﴾

[1] یہ آیت ہر قصے کے ساتھ دہرائی گئی ہے ۔ جسکی غرض یہ ہے کہ ہر رسول جھٹلایا جاتا۔ اسی لئے لوگوں پر عذاب آتا۔ ہر قصہ کا غور سے سننے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سننے والا اسے یاد رکھے اور اس سے نصیحت حاصل کرے۔ (تفسیر صافی صفحہ ٤٨٤)

***

[2] قریش نے یہ کہا تھا کہ اے محمدؐ ہم اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ تمہیں قتل کر کے (بتوں کی توہین) کا بدلہ لیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ٤٨٤)

***

www.drhasanrizvi.org

یہ جماعت بہت جلد شکست کھا جائے گی۔
اور یہ سب کے سب پیٹھ پھیر پھیر کر بھاگتے
نظر آئیں گے[1] ﴿۴۵﴾ ہاں اُن کی (اصل) سزا کا
وقت مقرّر ہے جو قیامت کا وقت ہے، جو
بڑی سخت مصیبت، بڑی زبردست آفت
اور بہت زیادہ کڑوی منزل ہے ﴿۴۶﴾ حقیقت
یہ ہے کہ یہ مجرم لوگ سخت گمراہی، غلط فہمی
اور دیوانگی میں مبتلا ہیں (یا) اُن کی عقل
ماری گئی ہے ﴿۴۷﴾ جس دن یہ آگ میں منہ
کے بل پھینک کر گھسیٹے اور رگیدے جائیں گے۔
(اور اُن سے کہا جائے گا) "لو چکھو جہنّم کی
آگ کی لپٹ کا مزہ" ﴿۴۸﴾

ہم نے ہر چیز کو ایک خاص اندازے اور

سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾
بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾
اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۴۷﴾
یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾

---

[1] اس سے مراد بدر کے دن کا واقعہ ہے جس دن ان کو شکست دی گئی تھی اور وہ قتل کئے گئے یا قید کیے گئے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۸۴ بحوالہ تفسیر قمی)

مطلب یہ ہے کہ تم ایسے بھی نہیں ہو کہ ان قوموں سے کردار میں بہتر ہو۔ اور نہ تمھیں خدا کی طرف سے نجات کا پروانہ مل گیا ہے اور جس چیز پر تمھیں ناز ہے کہ ہم بہت بڑا گروہ ہیں اور متحد ہیں اور یہ اتحاد اور کثرت تمھیں بچالے گی تو یہ حماقت کی انتہا ہے۔ انقلاب یا عذاب کا بس ایک جھونکا سب کچھ ختم کر دے گا۔ بدر کے دن جب مشرکین بھاگ رہے تھے تو رسولؐ یہی آیت پڑھ رہے تھے۔ اگلی آیت میں بتایا گیا کہ یہ تو ان کی چھوٹی سی ابتدائی دنیوی سزا ہے۔ ان کی اصل سزا تو قیامت میں ملے گی (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

پیمانے (یعنی) قانون اور ضابطے کے مُطابق پیدا
کیا ہے ﴿۴۹﴾ اور ہمارا حُکم تو بس ایک حُکم
ہوتا ہے اور پلک جھپکتے ہی (وہ پُورا ہوجاتا
ہے)[1] ﴿۵۰﴾ ہم تم جَیسے بہت سوں کو ہلاک وبرباد
کرچکے ہیں[2]۔ پھر ہے کوئی سبق لے کر نصیحت
قبول کرنے والا؟ ﴿۵۱﴾ جو کچھ بھی اُنھوں نے
کیا ہے' وہ سَب کا سَب (ہمارے) رجسٹروں
میں لکھا ہوا ہے ﴿۵۲﴾ غرض ہر چھوٹی بڑی بات
اُن میں لکھی ہوئی ہے ﴿۵۳﴾
فرائضِ اِلٰہیہ کے اَدا کرنے اور خدا کی ناراضگی سے
ڈرنے اور بچنے والے (مُتّقین) یقیناً باغوں اور نہروں
میں ہوں گے ﴿۵۴﴾ سچی اور حقیقی اعلیٰ عِزّت کی جگہ'
اُس بڑے صاحبِ اِقتدار بادشاہِ حقیقی کے قریب ﴿۵۵﴾ ع

ع ۱۵ ۳ ۱۰

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾
وَمَاۤ اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾
وَلَقَدْ اَهْلَكْنَاۤ اَشْیَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾
وَكُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾
وَكُلُّ صَغِیْرٍ وَّكَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾
اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿۵۴﴾
فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾ ع

---

[1] عام آدمی کے ذہن میں جو قلیل سے قلیل بات آسکتی ہے وہ نگاہوں کا جھپکنا ہے ۔ ورنہ امر خدا کی سرعت کا اندازہ کرنا ہمارے بس کی بات ہی نہیں۔
مطلب یہ ہے کہ ہم جب کسی بات کا فیصلہ کرلیتے ہیں تو بس وہ چیز فوراً وجود میں آجاتی ہے۔ (تفسیر صافی)
لیکن حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ اس سے مراد قیامت کا لانا ہے۔ (مجمع البیان)

***

[2] یہاں جن لوگوں کی ہلاکت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے مراد وہ مجرم ہیں جو تقدیر کے بارے میں رسول اکرمؐ سے الٹی سیدھی بحثیں کیا کرتے تھے۔ (ابن جریر، طبری)
مطلب یہ ہے کہ جب تمہارا طریقہ زندگی وہی ہے جو پچھلے کافروں اور حق دشمنوں کا تھا، تو تم پر بھی اسی قسم کا عذاب ہوگا جو پچھلوں پر ہوا تھا۔ (مدارک)

***

www.drhasanrizvi.org

آیات ۷۸ سورۂ رحمٰن مدنی رکوعات ۳

(لفظ رحمٰن سے شروع ہونے والا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے جو سب کو
فیض اور فائدے پہنچانے والا بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے ○
خدائے رحمٰن (یعنی) سب کو فیض اور فائدے
پہنچانے والے ① ہی نے قرآن کی تعلیم دی ہے[لے] ②
اُسی نے اِنسان کو پیدا کیا ③ (اور) اُسے بولنا،
بیان کرنا سکھلایا ④
سُورج اور چاند ایک مُعیّن حِساب کے
ماتحت چل رہے ہیں ⑤ اور بیلیں سبزیاں اور
درخت سجدہ کر رہے ہیں (یعنی اُسی کے قانون
کی اِطاعت کر رہے ہیں) ⑥ (اُسی نے) آسمان

آیاتہا (۷۸) سُورَۃُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِیَّۃٌ رکوعاتہا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
الرَّحْمٰنُ ①
عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ②
خَلَقَ الْاِنْسَانَ ③
عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ④
اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ⑤
وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ⑥

لے خدا کی نعمتوں میں سب سے پہلے قرآن سکھانے کی نعمت کا بیان کرنا بتاتا ہے کہ خدا کی سب سے بڑی نعمت قران اور اس کی تعلیمات ہیں۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ قرآن کی تعلیم خدا ہی دیتا ہے وحی یا الہام کے ذریعے سے۔ اس لئے یہاں انسان سے اولین مراد جناب رسول خداؐ ہیں۔ (تفسیر تبیان) اور دوسرے معنی میں معصوم ہستیاں ہیں۔

حضرت امام رضا سے روایت ہے کہ "حضرت علیؑ کو ہر اس چیز کا بیان سکھا دیا گیا تھا۔ جس کے لوگ محتاج ہوتے ہیں" (تفسیر علی ابن ابراہیم)

اور کیونکہ قرآن کی تعلیم کا ذکر پہلے ہے اور انسانی تخلیق کا ذکر بعد میں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرمؐ اور معصوم ہستیوں کو تخلیق انسانی سے پہلے علم قرآن سکھا دیا گیا تھا۔ اسی لئے حضور اکرمؐ نے فرمایا "خدا نے سب سے پہلے میرا نور پیدا کیا۔ اور میں اور علیؑ ایک ہی نور سے ہیں" (الحدیث) (جلاء العیون)

***

www.drhasanrizvi.org

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۝۷
أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۝۸
وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۝۹
وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ۝۱۰
فِيهَا فَاكِهَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ۝۱۱
وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝۱۲
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝۱۳

کو اُونچا کیا اور توازن قائم رکھنے کا اصُول
مقرّر کیا ⑦ تاکہ تم توازن قائم رکھنے اور تولنے
میں گڑبڑ نہ کرو[1] ⑧ اور تم اِنصاف کے ساتھ
ٹھیک طریقے پر تولا کرو، اور تولنے میں دُوسروں
کا نُقصان نہ کیا کرو ⑨ اور زمین کو اُس نے
تمام مخلوق کے لئے بنایا ⑩ جس میں طرح طرح
کے پھل ہیں، کھجُور کے درخت ہیں۔ جن کے
پھل غلافوں میں لپٹے ہوئے ہیں[2] ⑪ طرح
طرح کے دانے اور غلّے ہیں، جن میں بھُوسا
بھی ہوتا ہے اور دانہ بھی (یا) جو پتّوں کے
اَندر بھی ہوتے ہیں اور خوشبودار پھُول میں
بھی ⑫ اور تم دونوں (جن اور انسانو) اَپنے
پالنے والے مالک کی کِن کِن نعمتوں کو جھُٹلاؤ گے؟ ⑬

---

[1] میزان ترازو کو کہتے ہیں اور ترازو عدالت قائم رکھنے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے عدالت کا معیار مقرر کیا۔ (ابن جریر)

آسمانوں سے مراد نظام تکوینی ہے اور عدل سے مراد نظام تشریعی ہے۔ نیز عدالت یا اعتدال پر ہی زمین و آسمان کے نظام کا دارومدار ہے۔ (تفسیر صافی)

اس کے بعد یہ حکم دیا گیا کہ لین دین میں بلکہ تمام معاملات میں عدل سے کام لو، ناانصافی ایسا جرم ہے کہ بہت سی قومیں اس کے نتیجے میں ہلاک ہوئیں۔ حضرت ابن عباسؓ ان آیتوں کو بازار کے دوکانداروں کو سناتے تھے اور ناپ تول میں انصاف کرنے کی تاکید فرماتے تھے۔ (فصل الخطاب)

***

[2] قرآن نے مادّی جسی غذائی نعمتوں کی تحقیر نہیں کی بلکہ ان کو خدا کی نعمت بتایا اس لئے اپنے کو ان سے اونچا سمجھنا کفران نعمت ہوگا۔

***

www.drhasanrizvi.org

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝۱۴
وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝۱۵
فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۶
رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝۱۷
فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۸
مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝۱۹
بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝۲۰

(خدا نے) آدمی کو سوکھی سڑی اور ٹھیکرے کی طرح بجنے والی مٹّی سے پیدا کیا[1] (۱۴) اور جنوں کو خالص آگ کے شعلے سے پیدا کیا (۱۵) تو (اَے جن اور اِنسانو!) تم دونوں اَپنے پالنے والے مالک کی کِن کِن نعمتوں کو جھٹلاؤگے؟ (۱۶) جو (خدا) دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا پالنے والا مالک ہے (۱۷) تو تم دونوں (جن اور اِنسانو!) اَپنے پالنے والے مالک کی نعمتوں میں سے کِس کِس کو جھٹلاؤگے؟ (۱۸) اُسی نے دو سمندروں کو بہا دیا کہ ایک دُوسرے سے مِل جائیں (۱۹) پھر بھی اُن کے درمیان ایک پردہ حائل ہے، جس سے وہ دونوں آگے نہیں بڑھتے (۲۰) تو تم دونوں اَپنے مالک

[1] صلصال خشک چیز کے بجنے کو کہتے ہیں عربی محاورہ ہے صل المسمار کھونٹی بجی - اور بعض نے لکھا کہ صلصال سڑی ہوئی مٹی کو بھی کہتے ہیں - عرب کہتے ہیں صل اللحم یعنی گوشت سڑ گیا - فراء کہتا ہے کہ صلصال وہ مٹی ہے جس میں ریت ملی ہو اور اس طرح بجنے لگے جیسے ٹھیکری بجتی ہے - ابو عبیدہ نے کہا صلصال وہ خشک مٹی ہے جس کو آنچ نہ پہنچی ہو - اور جب اسے انگلی سے ٹھوکیں تو بجنے لگے اور جب اس کو آگ میں پکالیا جائے تو فخار کہتے ہیں - غرض ہر وہ چیز جو کھن کھن بولے صلصال کہلاتی ہے - طبری نے قتادہ سے بھی اپنے صحیح اسناد سے یہی لکھا ہے (امام راغب)

قرآن میں حضرت آدم کی تخلیق کے بارے میں کبھی تراب کبھی طین کہیں صلصال اور کہیں فخار آیا ہے - یہ اختلاف نہیں ہے بلکہ اس طرح حضرت آدم کی تخلیق کے مختلف مراتب اور مراحل بیان کیے گئے ہیں - (لغات القران نعمانی جلد ۴)

***

www.drhasanrizvi.org

کی کِس کِس نِعمت کو جُھٹلاؤ گے؟ ﴿۲۱﴾ اِن دونوں
سمندروں سے چھوٹے اور بڑے موتی نِکلتے
ہیں[1] (تو اَے جِنو اور انسانو!) تم دونوں
اَپنے پالنے والے مالک کی قدُرت کے کِن کِن
کمالات اور نِعمتوں کو جُھٹلاؤ گے؟ ﴿۲۳﴾ اور اُسی
کے قبضے میں ہیں وہ پانی کے جہاز جو پہاڑوں
کی طرح اُونچے اُٹھے ہوئے ہیں[2] ﴿۲۴﴾ پس (اَے
جِنو اور اِنسانو!) تم دونوں اَپنے پالنے والے
مالک کے کِن کِن اِحسانات اور نِعمتوں کو
جُھٹلاؤ گے؟ ﴿۲۵﴾ ع

ہر شخص جو زمین پر ہے، وہ فنا ہو جانے
والا ہے ﴿۲۶﴾ اور باقی رہے گا تمھارے پالنے
والے مالک کا چہرہ جو بزرگی اور

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾
يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾
وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾
كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾
وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾

---

[1] دو دریاؤں سے مراد میٹھے اور کھارے پانی ہیں جیسا کہ سورۂ فرقان میں فرمایا "یہ میٹھا ہے جو پینے میں خوشگوار ہے۔ اور یہ بالکل نمکین کھاری ہے اور خدا نے ان کے درمیان پردہ اور رکاوٹ کا سامان بھی قرار دیا ہے۔ (فرقان ۵۳)

جناب رسول خداؐ نے فرمایا "بحرین سے اولین اور حقیقی معنی میں مراد حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ ہیں اور برزخ (یعنی درمیانی حد فاصل) سے مراد جناب رسول خداؐ ہیں۔ اور بڑے چھوٹے موتیوں سے مراد امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں" (تفسیر علی ابن ابراہیم) ***

[2] پہاڑوں کی طرح اونچے اونچے جہازوں کی تشبیہ سے محققین نے نتیجہ نکالا کہ خدا کی نظر میں پرانے زمانے کی چھوٹی چھوٹی کشتیاں نہیں تھیں بلکہ قدآور مشینی جہاز مدنظر تھے۔ جو بعد میں ایجاد ہوئے اس سے معلوم ہوا کہ اسلام ایجادات اور مادی ترقی کا مخالف نہیں صرف ان چیزوں کے غلط استعمال کا مخالف ہے۔ (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

عِزّت والا ہے[۱] ﴿۲۷﴾ پس (اَے جنو اور اِنسانو!)
تم دونوں اَپنے پالنے والے مالک کے کِن کِن
کمالات اور نِعمتوں کو جُھٹلاؤ گے ؟ ﴿۲۸﴾ زمین اور
آسمانوں میں جتنے ہیں، سب اُسی سے سوال کرتے
ہیں ۔ ہَر دِن اُس کی ایک خاص شان ہے (یا)
وہ ہَر وقت کِسی نہ کِسی کام میں رہتا ہے[۲] ﴿۲۹﴾
پس (اَے جنو اور اِنسانو!) تم دونوں اَپنے
پالنے والے مالک کی کِن کِن خوُبیوں اور
نِعمتوں کا اِنکار کروگے ؟ ﴿۳۰﴾ اَے جنو اور
اِنسانو! بہت جلد ہم تمھاری طرف متوجّہ ہوں
گے ﴿۳۱﴾ (پھر ہم دیکھ لیں گے کہ) تم دونوں اَپنے
پالنے والے مالک کے کِن کِن اِحسانات اور نِعمتوں
کا اِنکار کروگے ﴿۳۲﴾ اَے جنوں اور اِنسانوں کے

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾
یَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کُلَّ یَوْمٍ
هُوَ فِیْ شَاْنٍ ﴿۲۹﴾
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾
سَنَفْرُغُ لَکُمْ اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾

---

[۱] امام حسنؑ نے فرمایا:- "ہم خدا کے چہرے ہیں جن کے ذریعے خدا کی طرف آیا جاتا ہے"- (تفسیر علی ابن ابراہیم)

امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ "خدا کا چہرہ (وجہ اللہ) ہم ہیں - جن کے ذریعے سے خدا پہچانا جاتا ہے- (چہرہ کا اصل کام یہی ہے کہ وہ آدمیوں کو پہچنواتا ہے) (تفسیر صافی صفحہ ۴۸۵ بحوالہ تفسیر قمی المناقب)

امام رضاؑ نے فرمایا" اے ابو الصلت! لوگوں نے اللہ کا چہرہ مثل اور چہروں کے سمجھا- وہ کفر ہے- ہاں وجہ اللہ سے مراد خدا کے انبیاءؑ اور اس کی حجتیں ہیں کہ انہیں کی وجہ سے لوگ دین کی طرف اور خدا کی معرفت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں- اور یہ آیت انہی کے بارے میں ہے (یاد رہے کہ چہرہ کا ایک کام یہ ہے کہ اس کے ذریعے ہم کسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں)- (تفسیر قمی)

***

[۲] یعنی کائنات کی کوئی چیز خدا کے فیض

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾

يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾

گروہ! اگر تم زمین اور آسمان کی سرحدوں سے نِکل کر بھاگ سکتے ہو، تو بھاگ کر دِکھاؤ۔ نہیں بھاگ سکتے۔ سِوا اِس کے کہ اِس کے لئے بڑا زور چاہیئے ﴿۳۳﴾ تو تم دونوں اَپنے پالنے والے مالک کی کِن کِن قُدرتوں اور نِعمتوں کا اِنکار کروگے؟ ﴿۳۴﴾ (اگر تم بھاگنے کی کوشش کروگے تو) تم پر آگ کا شعلہ اور دُھواں چھوڑ دیا جائے گا۔ تو تم اُسے (اَپنے اُوپر سے) نہ ہٹا سکوگے ﴿۳۵﴾ (تو اَے جِنو اور اِنسانو!) تم دونوں اَپنے پالنے والے مالک کی کِن کِن قُدرتوں اور نِعمتوں کا اِنکار کروگے؟ ﴿۳۶﴾ (اُس وقت تمھارا کیا بنے گا) جب آسمان پھٹ جائے گا اور وہ گلاب کے پھُول (یا) لال چمڑے کی

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی ہر چیز خواہ زبان حال ہی سے کیوں نہ ہو، دست سوال پھیلائے ہوئے ہے اور خدا کی قدرت اور حکمت کے کرشمے ہر لمحے ظاہر ہو رہے ہیں اس طرح کہ وہ زندہ کر رہا ہے، مار رہا ہے، رزق دے رہا ہے، رزق میں اضافہ یا کمی کر رہا ہے۔ (تفسیر علی ابن ابراہیم)

غرض ہر دم اس کا فیض جاری و ساری ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لئے بھی اس کا فیض رک جائے تو ساری کائنات کی ہستی نیستی میں بدل جائے۔ اس میں لوگوں کی تقدیروں کا بدلنا بھی شامل ہے۔ بقول اقبال

نشان یہی ہے زمانے میں زندہ قوموں کا
کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں

***

www.drhasanrizvi.org

طرح سُرخ ہوگا[1] ۳۷ (تو اَے جِنو اور اِنسانو!)
تم دونوں اَپنے پالنے والے مالک کی کِن کِن
قُدرتوں اور نِعمتوں کو جُھٹلاؤ گے؟ ۳۸ اُس دِن
کِسی آدمی اور جِن سے اُس کے گُناہ پُوچھے جانے
کی کوئی ضرورت ہی نہ ہوگی[2] (وہ تو مُجرموں کے
اُترے ہوئے چہرے، خوف زدہ گھُومتی آنکھیں،
گھبرائی ہوئی صُورتیں، چھُوٹتے پسینے، بولتے اور کانپتے
ہاتھ پاؤں، لَرزتے ضمیر خود بتا دیں گے کہ یہ
مُجرم گناہگار ہیں) ۳۹ (پھر دیکھ لیا جائے گا کہ
تم دونوں گروہ اَپنے مالک کے کِن کِن اِحسانات
کا اِنکار کرتے ہو؟ ۴۰ وہاں مُجرم تو (صِرف
اَپنے چہروں ہی سے پہچان لئے جائیں گے۔
اور پھر وہ اَپنی پیشانی کے بالوں اور ٹانگوں

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۳۸
فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۳۹
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۴۰
یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ
وَالْاَقْدَامِ ۴۱

---

[1] عربوں کے مزاج کے اعتبار سے اس رنگ کے ذہن میں لانے کی یہ بہترین تشبیہہ ہے۔ دوسری تشریح یہ ہے کہ اس سے مراد تیل کی تلچھٹ ہے۔ جس میں چمکیلا پن بھی ہوتا ہے اور عرب میں یہ بہت مشہور اسلوب بیان ہے۔ (ابن جریر)

وردہ یعنی پھول یا سرخ چمڑے سے رنگ کا اظہار ہو گیا اور تیل کی تلچھٹ سے چمکیلا ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

***

[2] اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی نشانیوں کی وجہ سے پہچان لئے جائیں گے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۸۶)

حساب کتاب وغیرہ تو بس صرف اتمام حجت کے لئے ہوگا یا ساری مخلوق کو مجرموں کو دکھانے کے لئے ہوگا اور پھر ان کی سزاؤں کو سنانے کے لئے۔

***

www.drhasanrizvi.org

سے پکڑ لئے جائیں گے ۝۴۱ پھر تم دونوں اپنے
پالنے والے مالک کی کِن کِن قدرتوں کو جھُٹلاؤ گے؟ ۝۴۲
(اُس وقت کہا جائے گا) لو یہی تو وہ جہنّم ہے
جِس کو مُجرم گُناہگار لوگ جھوٹ قرار دیا کرتے
تھے ۝۴۳ تو اَب وہ اُسی جہنّم اور سخت کھولتے
ہوئے پانی کے درمیان چکّر لگاتے رہیں گے ۝۴۴
پھر تم دونوں اَپنے پالنے والے مالک کی کِن
کِن قدرتوں کو جھُٹلاؤ گے؟ ۝۴۵ ع
ع ۲ ۱۲
مگر ہر وہ شخص جو اَپنے پالنے والے مالک
کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے، اُس کے
لئے دو۲ دو۲ گھنے سرسبز و شاداب جنّت کے باغ
ہوں گے[1] ۝۴۶ (تو اَے جِنو اور اِنسانو!) تم دونوں
اپنے مالک کی کِن کِن نعمتوں کو جھُٹلاؤ گے؟ ۝۴۷

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۴۲
هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝۴۳
يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۝۴۴
فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۴۵
وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝۴۶
فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۴۷

---

[1] خدا کے سامنے حاضری سے ڈرنے کا واحد معیار گناہوں سے بچنا اور خدا کے عائد کئے ہوئے فرائض کو ادا کرنا ہے۔ رسول خداؐ نے خدا کے عذاب سے ڈرنے والے کو جنت کی بشارت دی ہے۔ صحابی ابو درداء نے عرض کی کہ اگر ایسا بندہ چوری اور زنا کرے تو؟ حضورؐ نے فرمایا "ہاں اگر چوری اور زنا کرے تو بھی" اس پر صحابی نے حیران ہو کر دوبارہ سوال کیا۔ حضورؐ نے وہی جواب دوبارہ دیا۔ تیسری دفعہ سوال کرنے پر یہ بھی فرمایا کہ "ہاں چاہے ابو درداء کو کتنا ہی ناگوار گزرے" (ابن کثیر)

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "جو شخص یہ بات سمجھ لے گا کہ جو کچھ اس کے منہ سے نکلتا ہے اسے اللہ خوب سنتا ہے اور جو اچھا برا کام وہ کرتا ہے۔ اللہ اسے اچھی طرح دیکھتا اور جانتا ہے تو اس شخص کا یہ سمجھ لینا اسے بہت سی برائیوں سے روک دے گا۔ یہی اس آیت کا مطلب ہے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۸۶ بحوالہ کافی)

***

(وہ باغ) خُوب ہَری بھَری شاخوں سے لدے
پھندے ہوں گے (یا) جن میں رنگ برنگ
کی چیزیں ہوں گی ۱؎ (۴۸) تو تم دونوں اپنے پالنے
والے مالک کے کِن کِن انعامات کا اِنکار کرو گے؟ (۴۹)
اُن دونوں باغوں میں دو۲ دو۲ چشمے بہتے ہی
چلے جائیں گے (۵۰) تو تم دونوں اَپنے پالنے والے
مالک کے کِن کِن انعامات اور احسانات کا
اِنکار کرو گے؟ (۵۱) اور ان دونوں باغوں میں
ہر پھل کی دو۲ دو۲ قِسمیں ہوں گی ۲؎ (۵۲) پھر تم
دونوں اَپنے پالنے والے مالک کے کِن کِن
اِنعامات کا اِنکار کرو گے؟ (۵۳) وہ (جنّتی) گاؤ
تکیوں سے لگے ہوئے اَیسے فرشوں پر بیٹھے
ہوں گے، جن کے اَستر ریشم کے ہوں گے ۳؎ اور

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ (۴۸)
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (۴۹)
فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ (۵۰)
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (۵۱)
فِیْهِمَا مِنْ کُلِّ فَاکِهَةٍ زَوْجٰنِ (۵۲)
فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ (۵۳)
مُتَّکِـِٔیْنَ عَلٰی فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ وَ

۱؎ مطلب یہ ہے کہ وہ ایسے باغ ہوں گے جن کا سایہ خوب گھنا ہوگا اور پھلوں پھولوں سے خوب لدے پھندے ہوں گے

***

۲؎ عرب میں دو دو کے الفاظ بہت زیادہ کثرت کے اظہار کے لئے بھی آتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ روحانی، عقلی، فکری، جسمانی ہر قسم کی مادی غیر مادی لذتیں پوری طرح عالم شباب میں بکثرت ہوں گی

***

۳؎ جب استر یعنی اندر کا حصہ اس قدر نفیس ہوگا تو باہر کا حصہ کس قدر خوبصورت ہوگا!

دونوں جنتوں کے پھل جنتیوں کے اس قدر قریب ہوں گے کہ وہ انہیں بیٹھے بیٹھے بلکہ لیٹے لیٹے بلا مشقت چن سکیں گے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۸۶)

***

www.drhasanrizvi.org

www.drhasanrizvi.org

اِن دو² باغوں کے پھل بہت ہی قریب ہوں گے ﴿۵۴﴾ پھر تم دونوں اَپنے پالنے والے مالک کے کِن کِن اِنعامات اور اِحسانات کا اِنکار کروگے؟ ﴿۵۵﴾ پھر اُن نِعمتوں کے درمیان شرمیلی نِگاہوں والیاں ہوں گی جِنھیں اُن جنّتیوں سے پہلے کِسی آدمی یا کِسی جِن نے چھُوا بھی نہ ہوگا[1] ﴿۵۶﴾ تو تم دونوں اَپنے پالنے والے کے کِن کِن اِنعامات کا اِنکار کروگے؟ ﴿۵۷﴾ (وہ حُوریں) اَیسی خوبصُورت ہوں گی جَیسے چمکتے ہیرے یا بڑے بڑے موتی ہوں ﴿۵۸﴾ پھر (اَے جِنو اور اَے اِنسانو!) تم دونوں اَپنے پالنے والے مالک کے کِن کِن اِنعامات کا اِنکار کروگے؟ ﴿۵۹﴾ اَچھّائی کا بدلہ اَچھّائی کے سِوا اور کیا ہوسکتا

جَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾

فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾

فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۤنٌّ ﴿۵۶﴾

فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾

كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾

فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾

هَلْ جَزَاۤءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾

---

[1] مطلب یہ ہے کہ روحانی نعمتوں کے ساتھ ساتھ مادی لذتیں بھی اپنی تمام جزئیات کے ساتھ اہل جنت کو میسر ہوں گی جو اس دنیا کی لذتوں سے کہیں زیادہ لذیز ہوں گی۔

نیچی نگاہوں کے معنی یہ ہیں کہ ان کی نظریں صرف اپنے شوہروں کی طرف لگی رہیں گی۔ وہ غیروں کا خیال بھی نہ کریں گی ۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۸۶)

جنت کی حوروں کی آنکھوں کی چمک اور نور سے آنکھیں بند ہو ہو جائیں گی ۔ (تفسیر قمی)

اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ انسانی حوروں کو کسی انسان نے پہلے نہ چھوا ہو گا ۔ اور جنی حوروں کو کسی جن نے پہلے نہ چھوا ہوگا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۸۶)

***

www.drhasanrizvi.org

ہے ؟[1] (٦٠) پھر (اَے جن و انس !) تم دونوں
اَپنے پالنے والے مالک کے کِن کِن اِنعامات
کا اِنکار کروگے ؟ (٦١) پھر اُن دو جنّتوں کے
باغوں کے علاوہ بھی دو اور جنّتیں ہیں (٦٢) تو
تم دونوں اَپنے پالنے والے مالک کے کِن کِن
اِنعامات کا اِنکار کروگے ؟ (٦٣) وہ دونوں باغ
گھرے سبز رنگ کے ہوں گے (٦٤) تو آخر تم
دونوں اَپنے پالنے والے مالک کے کِن کِن
اِنعامات کا اِنکار کروگے ؟ (٦٥) اُن دونوں
باغوں میں دو چشمے ہوں گے جوش مار کر
فوّاروں کی طرح اُبلتے ہوئے (٦٦) تو تم دونوں
اَپنے پالنے والے مالک کے کِن کِن اِنعامات
کا اِنکار کروگے ؟ (٦٧) اُن دونوں باغوں میں

فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (٦١)
وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ (٦٢)
فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (٦٣)
مُدْهَاۗمَّتٰنِ (٦٤)
فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (٦٥)
فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ (٦٦)
فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (٦٧)

---

[1] احسان کے معنی حسن پیدا کرنے کے ہیں - جب بندوں نے خدا کی اطاعت کر کے حسن عمل پیدا کر کے دکھایا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا کی طرف سے صلہ اور انعام میں حسن کاری نہ ہو -

غرض یہاں پہلے احسان سے مراد حسن کردار ہے - اور دوسری دفعہ جو احسان آیا ہے اس کے معنی صلے کی صورت میں حسن سلوک ہے جو ثواب آخرت ہے -

ھل یعنی "کیا" عربی میں عام طور پر اس وقت آتا ہے جب فیصلہ خود عقل و ضمیر، ذوق اور وجدان پر چھوڑ دیا جاتا ہے - احسان کے بدلے احسان نہ کرنا ظلم ہے اور ظلم خدا سے بعید ہے - اس لئے یہ آیت بھی خدا کے عدل کو ثابت کرتی ہے - (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

بکثرت پھل، کھجور اور انار ہوں گے ﴿۶۸﴾ تو تم
دونوں اپنے پالنے والے مالک کے کن کن
انعامات کا انکار کروگے؟ ﴿۶۹﴾ پھر اُن نعمتوں
کے درمیان اَچھّی صُورت اور اَچھّی سیرت والی
بیویاں ہوں گی [۱] ﴿۷۰﴾ پھر تم دونوں اَپنے مالک
کے کن کن انعامات کو جُھٹلاؤ گے؟ ﴿۷۱﴾ خیموں
میں ٹھہرائی ہوئی گوری گوری حُوریں ہوں
گی [۲] ﴿۷۲﴾ پھر تم دونوں اَپنے پالنے والے مالک
کے کن کن انعامات اور احسانات کا اِنکار
کروگے؟ ﴿۷۳﴾ اُن حوُروں کو اُن جنّتیوں سے
پہلے کسی اِنسان یا جن نے چھُوا تک نہ ہوگا ﴿۷۴﴾
تو پھر تم دونوں اَپنے پالنے والے مالک کے کن
انعامات کو جُھٹلاؤ گے؟ ﴿۷۵﴾ وہ جنّتی سبز قالینوں

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٦٩﴾
فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ﴿٧٠﴾
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧١﴾
حُورٌ مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧٣﴾
لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ﴿٧٤﴾
فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴿٧٥﴾

---

[۱] حسان یعنی خوبصورت اور اس سے پہلے خیرات کا لفظ حسن سیرت کو بتاتا ہے۔ یہی تشریح جناب رسول خداؐ نے حضرت ام سلمہؓ کے سوال پر فرمائی (ابن جریر)

***

[۲] یعنی ہر طرح پاک دامن اچھوتی، جن کا تخیل بھی نہایت حسین ہو۔ حور کے لفظی معنی گورے رنگ والی عورت کے ہیں جس کے ذکر سے روشن خیالوں کو حیا آتی ہے۔ جو مسیحی تصورات سے دماغی مرعوبیت کا نتیجہ ہے۔ (ماجدی)

اس بیان سے معلوم ہوا کہ عورت کا حسن ... شل ہونے میں نہیں بلکہ چار دیواری اور چادر کے اندر ہے۔ بقول اقبال

بتولی باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیری بگیری

یعنی فاطمہ زہرا کی طرح لوگوں کی نگاہوں سے چھپ جا۔ تاکہ اپنی گود میں شبیر جیسی اولاد پال سکے۔

***

www.drhasanrizvi.org

مُتَّكِـِٔينَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾
فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾
تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾

اٰيَاتُهَا (۹۶) سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ (۵۶) رُكُوْعَاتُهَا (۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱﴾

اور خُوب صُورت نفیس اور نادر گدّوں اور
فرشوں پر تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے[ا] ﴿۷۶﴾ پھر تم
دونوں اَپنے پالنے والے مالک کے رَکن رَکن
اِنعامات کا اِنکار کروگے؟ ﴿۷۷﴾ قائم و دائم،
بڑی برکت والا نام ہے تیرے پالنے والے
مالک کا، جو بڑی عظمت، عِزّت اور بزرگی
والا ہے[۲] ﴿۷۸﴾ ع

ع ۱۶ ۱۴ ۲

آیات ۹۶	سورۃ واقعہ مکی	رکوعات ۳

(ہونے والے واقعہ کے ذکر والا سورہ)

(شروع کرتاہوں) اللہ کے نام کی مدد مانگتے ہوئے، جوسب کو
فیض اور فائدے پہنچانے والا، بے حد مسلسل رحم کرنے والا ہے
جب ہونے والا واقعہ (قیامت) واقع ہوگا ﴿۱﴾

[ا] عبقر ایک خطہ ہے جہاں منقش کپڑا تیار ہوتا تھا چنانچہ ہر عمدہ چیز کو عبقر کہنے لگے۔ عبقری اس بچھونے کو کہتے ہیں جو عمدہ اور قابل تعریف ہو۔ قاموس میں عبقر کے معنی ہیں:۔ (۱) ہر وہ چیز جس میں کمال ہو (۲) سردار ہو (۳) جو چیز سب سے بہتر ہو (۴) مضبوط ہو (۵) خاص قسم کے فرش اور بچھونے۔ (قاموس)

***

[۲] مطلب یہ ہے کہ تمہارا پالنے والا مالک قائم و دائم ہے (فصل الخطاب)

جس کے نام میں اس قدر برکت و عظمت ہے اس کی ذات کس قدر عظیم مبارک کامل اور اکمل ہوگی! ۔ اسم سے یہاں مراد صفات ہیں جو ذات خدا سے الگ نہیں ۔ نام کے معنی صفت کے ہیں جو موصوف کی علامت ہوتا ہے ۔ (تفسیر روح المعانی)

***

www.drhasanrizvi.org

لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝۲
خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝۳
إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ۝۴
وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝۵
فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْۢبَثًّا ۝۶
وَّكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝۷
فَأَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَا أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝۸

تو اُس کے واقع ہونے کو کوئی جھٹلا نہ سکے گا ۝۲ وہ (کسی کو) نیچا دکھانے والا ہوگا، اور (کسی کو) اُونچا کرنے والا ہوگا ۝۳ جب زمین پوری پوری طرح ہلا ہلا ڈالی جائے گی ۝۴ اور پہاڑ اس طرح ذرّہ ذرّہ ہو جائیں گے ۝۵ جیسے وہ فضا میں اُڑتے ہوئے بے حقیقت غبار ہیں ۝۶ (اُس وقت) تم سب تین[۱] گروہ ہو جاؤ گے[۱] ۝۷ دائیں[۱] طرف والے۔ (یعنی) عزّت والے، عالی مرتبہ خوش نصیب لوگ۔ دائیں طرف والے، تو دائیں طرف والوں کی (خوش نصیبی) کا کیا کہنا! (یا) (تم کیا جانو کہ) دائیں طرف والے (کتنے خوش نصیب) ہیں؟ ۝۸ بائیں[۲] طرف والے، تو بائیں طرف والوں کی (بدبختی) کا

[۱] امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا اللہ نے کل تین قسم کے آدمی پیدا کئے ہیں۔ پس "سابقون" اللہ کے رسول اور خاص بندے ہیں۔ جن میں اس نے پانچ روحیں قرار دی ہیں اور ان کی تائید (۱) روح القدس سے کی ہے جس سے وہ ہر چیز کی حقیقت پہچان لیتے ہیں۔ (۲) روح الایمان ہے جس کی وجہ سے وہ خدا سے خوف کھاتے ہیں۔ (۳) روح القوت بھی ان میں ہوتی ہے۔ جس سے وہ اللہ کی اطاعت کرنے پر قادر ہیں (۴) روح شہوت کی وجہ سے وہ اللہ کی اطاعت کی خواہش رکھتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے نفرت کرتے ہیں (۵) روح المدارج یا روح حرکت جس کی وجہ سے وہ لوگ چلتے پھرتے اور آتے جاتے ہیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۸۷ بحوالہ کافی)

***

www.drhasanrizvi.org

کیا ٹھکانہ ! (یا) (تم کیا جانو کہ) بائیں طرف
والے (کتنے بدبخت) ہیں ؟ ⑨ اور[۳] (نیکیوں میں)
آگے بڑھ جانے والے، وہ تو (حقیقتاً) پوری طرح
آگے بڑھ جانے والے ہیں ⑩ وہی تو (خدا کے
خاص) مقرّب افراد ہیں ⑪ وہ نعمتوں سے
بھری سرسبز و شاداب جنّتوں کے گھنے باغوں
میں ہوں گے ⑫ وہ گروہ اگلوں میں سے تو بہت
بڑا ہوگا ⑬ اور بعد والوں میں سے کم ہوں
گے[۱] ⑭ وہ سجے ہوئے تختوں پر ⑮ تکئے لگائے
آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ⑯ اُن کے سامنے
ہمیشہ (نوجوان) رہنے والے لڑکے چکر لگا رہے
ہوں گے ⑰ شراب کے پیالے اور صُراحی، اور
بہتی ہوئی شراب کے چشمے سے بھرے ہوئے

وَاَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ ۙ⑨
وَالسّٰبِقُوۡنَ السّٰبِقُوۡنَ ۚ⑩
اُولٰٓئِكَ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ۚ⑪
فِىۡ جَنّٰتِ النَّعِيۡمِ ⑫
ثُلَّةٌ مِّنَ الۡاَوَّلِيۡنَ ۙ⑬
وَقَلِيۡلٌ مِّنَ الۡاٰخِرِيۡنَ ⑭
عَلٰى سُرُرٍ مَّوۡضُوۡنَةٍ ۙ⑮
مُّتَّكِـِٕيۡنَ عَلَيۡهَا مُتَقٰبِلِيۡنَ ⑯
يَطُوۡفُ عَلَيۡهِمۡ وِلۡدَانٌ مُّخَلَّدُوۡنَ ۙ⑰
بِاَكۡوَابٍ وَّاَبَارِيۡقَ ۙ وَكَاۡسٍ مِّنۡ مَّعِيۡنٍ ۙ⑱

---

[۱] معلوم ہوا کہ پچھلوں میں سابقین یعنی سب سے آگے بڑھ جانے والوں کی اکثریت ہے جب کہ بعد والوں میں سابقین بہت کم ہیں۔ (تبیان)

اور ظاہر ہے کہ امت محمدیہ میں سبقت کرنے والوں میں سب سے آگے ایک ہی ہو سکتا ہے جو علیؑ ابن ابی طالب کی ذات ہے۔ (مجمع البیان)

اس آخری امت کا زمانہ کیونکہ قیامت کے قریب ہے اس لئے پچھلی امتوں نے اس امت سے بہت زیادہ زمانہ پایا۔ اسی لئے ان میں مقربین کی تعداد بھی زیادہ ہو گی۔

"ثلۃ" ایسے اژدحام کو کہتے ہیں جس کو گننا ناممکن ہو۔ (معالم۔ کشاف)

غرض آخرین سے مراد امت محمدیہ ہے (ابن کثیر)

***

www.drhasanrizvi.org

جام لئے ہوئے (۱۸) (جسے پی کر) نہ تو اُن کا سَر
چکرائے گا، نہ دردِ سر ہوگا، نہ ہوش و حواس
اُڑیں گے[۱] (۱۹) وہ (لڑکے) اُن کے سامنے لذیذ
پھل (پیش کریں گے) کہ ان میں سے وہ جسے
چاہیں پسند کرلیں (۲۰) اور طرح طرح کے پرندوں
کا گوشت (پیش کریں گے) جو اُنھیں پسند ہوگا
(وہ کھائیں) (۲۱) اور بڑی بڑی خوب صُورت
آنکھوں والی گوری گوری حُوریں ہوں گی (۲۲)
ایسی خوبصورت جیسے چھُپا کر رکھے ہوئے موتی ہوں[۲] (۲۳)
یہ سَب کچھ اُن کے کاموں کے صِلے کے طور پر
اُنھیں مِلے گا، جو وہ (دُنیا میں) کیا کرتے
تھے (۲۴) وہاں وہ کوئی بے کار، بے ہودہ، گندی،
گنہ گار بنانے والی بک بک نہیں سُنیں گے (۲۵)

لَا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُونَ ﴿۱۹﴾
وَفَاكِهَةٍ مِمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿۲۰﴾
وَلَحْمِ طَيْرٍ مِمَّا يَشْتَهُونَ ﴿۲۱﴾
وَحُورٌ عِينٌ ﴿۲۲﴾
كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ﴿۲۳﴾
جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲۴﴾
لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ﴿۲۵﴾

---

[۱] یعنی اس شراب میں بے انتہا لذت تو ہوگی لیکن دنیا کی شراب میں جتنے نقصانات ہیں وہ نہ ہوں گے - قرآن کی بلاغت دیکھیئے کہ دو لفظوں میں وہاں کی شراب کی ساری خرابیوں کی نفی کردی - (ابن قتیبہ - مدارک)

***

[۲] جنت کی صرف ان نعمتوں کو بیان کیا گیا ہے جو عربوں کے مذاق کے مطابق ہیں - کیونکہ وہ مخاطب اول تھے - اگر دوسری نعمتوں کا بھی ذکر تفصیلات کے ساتھ ہوتا تو عرب الجھتے اور اعتراضات کی بوچھاڑ کر دیتے - اس لئے عام اور عالمگیر لذتوں کا ذکر اجمالی اشارات کے ذریعے فرمایا ہے - (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا (٢٦)
وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ (٢٧)
فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ (٢٨)
وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ (٢٩)
وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ (٣٠)
وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ (٣١)
وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ (٣٢)
لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ (٣٣)

جو بات بھی ہوگی وہ ٹھیک ہوگی
(یا) ہر طرف سے سلام سلام، آداب و تسلیمات
ہی کی آوازیں سُنیں گے (۲۶)
رہے دائیں طرف والے (یعنی) عزّت والے
عالی مرتبہ خوش نصیب لوگ۔ تو دائیں طرف
والوں کی خوش قسمتی کا کیا کہنا! (۲۷) وہ ایسی
بیریوں کے درختوں میں ہوں گے جن میں
کانٹے نہیں ہوتے (۲۸) اور تہ بہ تہ چڑھے ہوئے
کیلوں (کے باغوں) میں ہوں گے[1] (۲۹) اور دُور
دُور تک پھیلی ہوئی چھاؤں میں (۳۰) اور ہر
دَم بہتے ہوئے پانی میں (۳۱) اور بکثرت پھلوں
میں ہوں گے (۳۲) جو نہ تو کبھی ختم ہوں گے
اور نہ اُن کے مِلنے میں کوئی روک ٹوک ہوگی (۳۳)

[1] جنت کے پھلوں کے نام صرف وہی بتائے گئے ہیں جن سے عرب مانوس تھے ورنہ جنت کے پھلوں کی تعداد اور اقسام لامحدود ہیں۔

***

www.drhasanrizvi.org

اُونچے اُونچے فرشوں، بچھونوں اور بیٹھنے کی
جگھوں پر (بیٹھے ہوں گے) ﴿۳۴﴾ (ہم نے اُن کی
بیویوں کو) خاص طریقے سے (یعنی) نئے سِرے
سے ایسا اَچھّا بنایا ہے کہ جیسا بنانا چاہئے[1] ﴿۳۵﴾
اُن کو بالکل کنوارا بنایا ہے ﴿۳۶﴾ جو اَپنے شوہروں
کی عاشق (یا) شوہروں کو اَپنا عاشق بنانے
والی ہیں، اور عُمر میں برابر ہیں ﴿۳۷﴾ یہ سَب
کچھ داہنی طرف والے باعزّت عالی مَرتبہ
ع ۱ ۳۸ ۱۴ خوش نصیب لوگوں کے لئے ہے ع ﴿۳۸﴾ وہ اَگلے
لوگوں میں سے بھی بہت سے ہوں گے ﴿۳۹﴾
اور بعد والوں میں سے بھی بہت سے ہوں گے[2] ﴿۴۰﴾
رہے بائیں طرف والے، تو بائیں طرف
والوں کی بدبختی کا کیا ٹھکانا! ﴿۴۱﴾ وہ سخت

وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ﴿۳۴﴾
اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ﴿۳۵﴾
فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ﴿۳۶﴾
عُرُبًا اَتْرَابًا ﴿۳۷﴾
ع لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۳۸﴾
ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾
وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۰﴾
وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿۴۱﴾

---

[1] اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان حوروں کو ایک دم سے یکایک وجود میں لایا گیا ہے جس طرح فرشتے تدریجی طور پر پیدا نہیں ہوتے حکم خدا سے فوراً پیدا ہو جاتے ہیں۔ بعض حدیثوں میں بتایا گیا ہے کہ ان عورتوں سے مراد حوریں نہیں بلکہ مومنین کی بیویاں ہیں جو آخرت میں بالکل نئی اور نہایت خوبصورت شکل کی پیدا ہوں گی۔ کنواری اور بالکل ایسی جیسی مومنین چاہیں گے (ابن جریر)

***

[2] پچھلے لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضورؐ کے زمانے میں تھے اور بعد والے لوگوں سے مراد رسولؐ کے بعد والے امتی ہیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۸۸ بحوالہ تفسیر قمی)

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ پچھلوں کے سردار حزقیل مومن آل فرعون ہیں اور بعد والوں کے سردار علی ابن ابی طالبؑ ہیں (تفسیر قمی)

***

www.drhasanrizvi.org

گرم ہوا کی لپٹ اور کھولتے ہوئے پانی (۴۲) اور
بہت کالے دھوئیں کے سائے میں ہوں گے (۴۳)
جو نہ تو ٹھنڈا ہوگا اور نہ آرام دہ ہوگا (یا)
جو نہ تو ٹھنڈا ہوگا اور نہ عزّت والا ہوگا (۴۴)
یہ وہی لوگ ہیں جو اس سے پہلے بڑے
عیش و عشرت میں خوش حال تھے[ل] (۴۵) جو بڑے
گناہ پر ہٹ دھرمی سے اصرار کرتے تھے (۴۶)
وہ کہتے تھے کہ کیا جب ہم مر جائیں گے اور
صرف مٹّی اور ہڈّیاں بن جائیں گے، تو کیا
پھر سے دوبارہ اُٹھا کر کھڑے کئے جائیں گے؟ (۴۷)
اور کیا ہمارے باپ دادا بھی (اُٹھائے جائیں
گے) جو پہلے گزر چکے ہیں؟ (۴۸) کہئے بے شک۔
اَگلے پچھلے (۴۹) سَب کے سَب ضرور اِکٹھے کِئے

فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ﴿۴۲﴾
وَظِلٍّ مِنْ يَحْمُومٍ ﴿۴۳﴾
لَا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ﴿۴۴﴾
إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ﴿۴۵﴾
وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيمِ ﴿۴۶﴾
وَكَانُوا يَقُولُونَ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَ
عِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿۴۷﴾
أَوَآبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿۴۸﴾
قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ﴿۴۹﴾

ل "مترفین" یعنی ایسے خوشحال اور دولتمند جو اپنی دولت اور عزت پر اکڑے رہتے ہیں اور زندگی کی مادی لذتوں میں مست و مگن رہنے کی وجہ سے ایمان کی صداقتوں کا شدت سے انکار کرتے ہیں ۔ کیونکہ ایمانی صداقتیں ان کی عیاشیوں ، بدمعاشیوں ، بدمستیوں کو بری طرح رد کر دیتی ہیں اور ان کی غنڈہ گردی پر قائم چودھراہٹ کو ہرگز قبول نہیں کرتیں ۔ اسی گروہ کی جانشینی اور ترجمانی مصری ، یونانی ، مکہ کے قریش اور آج یورپ اور امریکہ زدہ آخرت کے انکاری دولتمند لوگ کر رہے ہیں ۔ جو دنیا پر چھائے ہوئے ہیں اور جو آخرت کی زندگی کو ایک ڈھکوسلا اور بے معنی سی چیز سمجھتے ہیں ۔

***

www.drhasanrizvi.org

جائیں گے۔ جس کا وقت مقرّر کیا جاچکا ہے[1] (۵۰)
پھر اَے جُھٹلانے والے گمراہو! (۵۱) تم زقّوم
کے درخت سے (کڑوے پھل) کھاؤ گے (۵۲) اور
اُسی سے اَپنا پیٹ بھرا کرو گے (۵۳) پھر اُس پر
گرم کھولتا ہوا پانی پیو گے (۵۴) وہ بھی بُری
طرح اِنتہائی پیاسے اُونٹ کا پینا ہوگا جیسے وہ
غٹر غٹر تیزی کے ساتھ پیتے ہیں[2] (۵۵) یہی اُن
کی مہمانی کا سامان ہو گا، بدلہ ملنے کے دِن (۵۶)
ہم ہی نے تو تمھیں پَیدا کیا ہے۔ پھر تم
اِس کی تصدیق کیوں نہیں کرتے؟ (یا) پھر
تم کیوں نہیں مانتے ہو؟[3] (۵۷) اَچھا تم نے کبھی
غور کیا کہ جو نُطفہ تم (عورتوں میں) مُنتقل کرتے
ہو، (۵۸) تو کیا تم اُس سے بچّہ بناتے ہو؟ یا

لَمَجْمُوعُونَ ۥ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۝
ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ۝
لَآكِلُونَ مِن شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ ۝
فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ۝
فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ۝
فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ۝
هَٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ۝
نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ ۝
أَفَرَأَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ۝

---

[1] یوم معلوم سے مراد وہ وقت ہے جسے دنیا کی انتہا مقرر کیا گیا ہے اور اس معین دن کی حد خدا ہی کو معلوم ہے۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۸۸)

***

[2] "ھیم" ان اونٹوں کو کہتے ہیں جن کو پیاس کی بیماری ہو۔ امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ "ھیم" سے مراد پیاسے اونٹ ہیں (من لایحضرہ الفقیہ۔ المحاسن، معانی الاخبار تفسیر قمی)

***

[3] خدا کی دلیل منکرین آخرت کے لئے یہ ہے کہ ہم نے تم کو پیدا کیا۔ تم کچھ بھی نہ تھے۔ تم کو نیست سے ہست بنایا۔ جب اتنی واضح بات کو تم مان رہے ہو تو یہ بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی کہ ہم تم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر اٹھائیں گے۔ (ماجدی)

***

ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾
نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۶۰﴾
عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا
تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾
وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾
اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾

اُس کے پیدا کرنے والے ہم ہیں ؟ ﴿۵۹﴾ ہم ہی نے تمہارے درمیان موت کا نظام قائم کیا ہے، اور ہم کبھی بے بس نہیں ہو سکتے[۱] ﴿۶۰﴾ (اِس میں کہ) ہم تمہاری شکلیں اور حُلئے بدل دیں۔ اور پھر کسی ایسی شکل میں تمہیں پیدا کر دیں جس کو تم جانتے تک نہیں ﴿۶۱﴾ اور جبکہ تم اپنی پہلی پیدائش کو تو جانتے ہی ہو (کہ ماں کے پیٹ سے اب تک تمھاری کتنی شکلیں، صُورتیں، حالتیں اور حُلئے بدلے گئے ہیں) پھر کیوں نہیں سمجھتے ؟ (یا) پھر کیوں سبق نہیں لیتے ؟ ﴿۶۲﴾

اَچھّا تو کیا تم نے کبھی سوچا کہ یہ بیج جو تم بوتے ہو ﴿۶۳﴾ کیا اُن سے کھیتیاں[۲] تم اُگاتے

---

[۱] یعنی ہم ہی نے تم کو پیدا کیا۔ پھر زندہ رہنے کے اسباب بھی ہم ہی نے فراہم کئے۔ پھر موت دینا اور موت کے بعد جی اٹھانا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔ یہ تینوں کام ہم ہی کریں گے۔ کوئی اور ان میں سے کوئی کام نہیں کر سکتا۔

***

[۲] جناب رسول خداؐ نے فرمایا "تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے زراعت کی (یعنی اگایا) بلکہ کہو کہ میں نے بیج ڈالا" (تفسیر صافی صفحہ ۴۸۹ بحوالہ تفسیر مجمع البیان)

زمین میں اس صلاحیت کا ہونا کہ اس میں دانہ نشو ونما پا سکے اور دانہ میں صلاحیت کہ مٹی سے اپنی غذا چھین سکے اور ساتھ ساتھ گرمی، روشنی، ہوا، پانی سے پورا پورا استفادہ کر سکے۔ پھر وقت پر بارش برسانا وہ بھی مناسب مقدار میں انسان کے بس کی بات نہیں۔ یہ سب اللہ کی قدرت اور حکمت کے واضح ثبوت ہیں۔ (ماجدی)۔

***

ہو؟ یا اُن کے اُگانے والے ہم ہوتے ہیں؟ ۶۴
اگر ہم چاہیں تو اُس کو سُکھا کر چُورا چُورا (یا)
بھُس بنا کر رکھ دیں، تو تم حیرانی سے باتیں
ہی بناتے رہ جاؤ ۶۵ کہ ہم پر تو اُلٹی چوٹ پڑ
گئی، بڑا مالی نقصان ہو گیا، چٹّی لگ گئی ۶۶
بلکہ ہماری تو قِسمت ہی پھوٹی ہوئی ہے، ہم
تو بالکل ہی بدنصیب رہے (وغیرہ وغیرہ) ۶۷
کبھی تم نے آنکھیں کھول کر غور سے دیکھا
اُس پانی کو جو تم پیتے ہو ۶۸ کیا تم نے اُسے
بادل سے برسایا ہے؟ یا اُس کے برسانے والے
ہم ہیں؟[1] ۶۹ اگر ہم چاہیں تو اُسے بالکل کھاری
کڑوا بنا دیں۔ پھر تم شُکر کیوں نہیں کرتے؟[2] ۷۰
کبھی تم نے آگ کو غور سے دیکھا جسے تم

ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۶۴
لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۶۵
اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۶۶
بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۶۷
اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۶۸
ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ
الْمُنْزِلُوْنَ ۶۹
لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۷۰
اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۷۱

---

[1] سال کی خاص خاص فصلوں کے لیے خاص موسم کا بنانا، حرارت پہنچانا، سمندر سے ایک خاص اندازہ کے مطابق بھاپ اُٹھانا۔ پھر ان بادلوں کو قطروں کی شکل میں تبدیل کرنا اور زمین پر اس طرح برسانا کہ فصلوں کو نقصان نہ ہو۔ سوائے قادر مطلق کے اور کس کے بس کی بات ہو سکتی ہے؟ (ماجدی)

***

[2] اُجاج سے مراد وہ کھاری پانی ہے جو اتنا زیادہ نمکین ہو کہ کڑوا ہو جائے اور جس سے نہ تو پیاس بجھے اور نہ وہ کسی اور کام آ سکے اور نہ اس سے زراعت ہو سکے۔ (کشاف، ابن کثیر)

***

www.drhasanrizvi.org

جلاتے اور رَوشن کرتے ہو (۷۱) کیا اُس (آگ کو جلانے کے لئے لکڑی فراہم کرنے والے) درخت کو تم نے پَیدا کیا تھا؟ (یا مرخ اور عفار نامی وہ) درخت (جن کی ٹہنیوں کو ایک دوسرے پر مار کر قدیم عرب آگ سُلگایا کرتے تھے) کو تم نے پَیدا کیا تھا؟ یا اُس کے پَیدا کرنے والے بھی ہم ہیں؟[1] (۷۲) ہم ہی نے اُس (درخت) کو یاددہانی کا ذریعہ[2]، اور ضرورت مندوں، صحراؤں میں اُترے ہوئے مسافروں، بھوکوں اور آگ سے کام لینے والوں کے لئے فائدہ اُٹھانے کا ذریعہ بنایا ہے (۷۳) پس اَپنے عظیم پالنے والے مالک کے نام کی تسبیح پڑھو (یعنی اُس کا مُبارک نام لے کر یہ اِظہار، اِعتراف اور اِعلان کرو کہ

ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ (۷۲)
نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّ مَتَاعًا
لِّلْمُقْوِیْنَ (۷۳)

---

[1] پرانے زمانے میں ایک خاص قسم کے درخت کی لکڑی سے آگ حاصل کی جاتی تھی اس لئے کئی جگہ آگ کے ساتھ درخت کا ذکر آیا ہے۔ (تبیان)
آگ جہنم کی آگ کو بھی یاد دلانے والی ہے اور خدا کی قدرت کاملہ کو بھی یاد دلاتی ہے۔ عطاء نے کہا کہ اس طرح آگ مومنین کے لئے نصیحت حاصل کرنے کا سامان ہے۔ (کشاف، ابن کثیر، معالم بقول مجاہد، قتادہ اور عطاء)

***

[2] یاد دہانی غالباً آخرت کی اس آگ کی جو مجرموں کے لئے بھڑکائی گئی ہے (ابن جریر)

***

www.drhasanrizvi.org

وہ ہر قسم کے عیب اور کمزوریوں سے پاک ہے
ع ۲ / ۶ / ۱۵ اور تمام کمالات اور خوبیوں کا مالک ہے (۷۴) ع
پس نہیں (یعنی قرآن کے بارے میں تم
کافروں کی باتیں غلط ہیں) میں قسم کھاتا ہوں
تاروں کے مقامات، منزلوں، راستوں اور مداروں[۱]
کی (یعنی عالمِ بالا کے اجرامِ فلکی کے مضبوط اور
محکم نظام کی قسم کھاتا ہوں) (۷۵) اور اگر تم سمجھو
تو یہ بہت ہی بڑی قسم ہے (۷۶) کہ یقیناً یہ ایک
بلند مرتبہ والا قرآن ہے (۷۷) جو ایک نظروں
سے پوشیدہ، چھپی ہوئی محفوظ کتاب[۲] (لوحِ محفوظ)
میں ثبت ہے (۷۸) جسے 'مطہرین' (یعنی) پاک
لوگوں کے سوا کوئی چھو بھی نہیں سکتا[۳] (یعنی
پاک افراد کے سوا اس کی حقیقت کو کوئی نہیں

فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ ﴿٧٤﴾ ع
فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ﴿٧٥﴾
وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِيۡمٌ ﴿٧٦﴾
اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ ﴿٧٧﴾
فِىۡ كِتٰبٍ مَّكۡنُوۡنٍ ﴿٧٨﴾
لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ ﴿٧٩﴾

---

۱ "مواقع النجوم" یعنی ستاروں کے ڈوبنے کی جگہ۔ اس کے ایک اور معنی آیتوں کے بھی لئے گئے ہیں جو آہستہ آہستہ اتری ہیں (بیضاوی، ابن کثیر بقول عکرمہ، السدی، ابو مرہ)

***

۲ "کتاب مکنون" یعنی محفوظ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن شروع سے لوح محفوظ میں محفوظ چلا آ رہا ہے۔ (تفسیر کبیر، تفسیر روح المعانی، بروایت ربیع بن انس)

***

۳ جب قرآن کے الفاظ کو تمام فقہا کے نزدیک بغیر وضو اور طہارت کے چھونا حرام ہے تو قرآن کے معنی اور مطالب تک غیر پاکیزہ لوگوں کی رسائی کیسے ممکن ہے؟

محققین نے نتیجہ نکالا کہ قرآن کا پورا اور حقیقی علم مطہرین یعنی بالکل پاک مراد معصومینؑ کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں (فصل الخطاب)

فقہا نے اس آیت سے نتیجہ نکالا کہ

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

جانتا) (۷۹) یہ تمام جہانوں کے پالنے والے مالک
کی طرف سے اُتارا ہوا ہے (۸۰) پھر کیا ایسے بیان
اور کلام سے تم بے پروائی کرتے ہو؟ (۸۱) اور اِس
(عظیم نعمت) میں تم نے اپنا حصّہ بس یہ رکھا
ہے کہ اِس کو جھٹلاتے رہتے ہو (یا) تم نے اپنی
روزی اِسی کو قرار دے رکھا ہے کہ تم اِس کو
جھٹلاتے رہو؟[ل] (۸۲)

تو کیوں نہیں۔ کہ جب (رُوح نِکل کر) گلے
تک پہنچ جاتی ہے (۸۳) اِس حالت میں کہ تم
آنکھوں سے دیکھ رہے ہوتے ہو (۸۴) اور ہم اُس
وقت تم سے زیادہ اُس کے قریب ہوتے ہیں،
مگر تم کو نظر نہیں آتے (۸۵) تو کیوں نہیں۔ اگر
تم کسی کے گِروی یا محکوم نہیں ہو (یا) اگر

تَنْزِيلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٠﴾
اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿٨١﴾
وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٨٢﴾
فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿٨٣﴾
وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿٨٤﴾
وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا
تُبْصِرُوْنَ ﴿٨٥﴾
فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿٨٦﴾

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

قرآن کے الفاظ کو بغیر طہارت یعنی وضو کے چھونا جائز نہیں۔ (مجمع البیان)

عرفاء نے نتیجہ نکالا کہ قرآن کے رازوں تک صرف وہ لوگ پہنچ سکتے ہیں جو نفسانی خواہشوں کی شدتوں اور نجاستوں سے پاک ہوں۔

***

[ل] حقیقتوں کو نظرانداز کرنے ہی کو اپنی روزی بنا لینے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے روزی انسانی زندگی کی بقاء کے لئے ضروری ہے اسی طرح تم موت کے بعد کی زندگی کو جھٹلانے کو اپنے لئے ضروری سمجھتے ہو دوسرا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ خدا تو تم کو روزی عطا کر رہا ہے تو کیا اس بات کا تقاضا یہی ہے کہ تم خدا کی باتوں کو جھٹلاتے رہو (ابن جریر)

***

www.drhasanrizvi.org

تَرْجِعُوْنَهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾
فَاَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾
فَرَوْحٌ وَّ رَيْحَانٌ ۙ۬ وَّ جَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾
وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾
فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾

تمھیں جزا اور سزا ملنے والی نہیں ہے ﴿۸۶﴾ تو
(جب مرنے والے کی رُوح حلق تک پہنچ چکی
ہوتی ہے، اُس وقت اُس کی نِکلتی ہوئی جان
کو) واپس کیوں نہیں لے آتے؟ اگر تم سچّے ہو [۱] ﴿۸۷﴾
اَب اگر وہ (مرنے والا خدا کے) مقرّبین میں سے
ہے ﴿۸۸﴾ تو اُس کے لئے راحت ہی راحت، آرام
ہی آرام، عمدہ رِزق، اور نِعمت بھری جنّت
کے سرسبز و شاداب گھنے باغ ہیں ﴿۸۹﴾ اور اگر
وہ داہنی طرف والے عالی مرتبہ خوش قِسمت
لوگوں میں سے ہے ﴿۹۰﴾ تو اُس کے لئے خیریت ہی
خیریت ہے، اَمن ہی اَمن ہے (یا اُس کا اِستقبال
یُوں ہوتا ہے کہ اُس سے کہا جاتا ہے کہ تیرے
لئے) "سلامتی ہی سلامتی ہے۔" (یا) سلام ہی

[۱] مطلب یہ ہے کہ جب تمہاری موت اور زندگی تک تمہارے قبضے میں نہیں ہے وہ سب خدا کے قبضہ قدرت میں ہے تو بھلا تمہیں یہ حق کس نے دے دیا کہ تم اس قادر مطلق کی قدرت پر پابندیاں لگاؤ۔ یہ تو خدا کی مرضی ہے کہ جب چاہے اس کی روح جسم میں پلٹا دے اور چاہے تو اسی وقت پلٹا دے اور چاہے تو لاکھوں سال بعد پلٹائے اسکا تعلق تمہاری مرضی سے نہیں خدا کی حکمت اور نظام کائنات کی مصلحت سے ہے۔ (فصل الخطاب)

مطلب یہ ہے کہ جب تمہارے کسی قریبی عزیز کی جان نکلنے لگتی ہے تو کیا تمہارے لئے یہ ممکن ہے کہ تم کسی حکمت، تدبیر یا کوشش سے اس کی جان روک لو؟ تو جب تم اپنے عزیز کو مرنے سے نہیں روک سکتے تو حشر کے دن خدا کو مردوں کے اٹھانے سے کیسے روک لو گے؟ (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

سلام ہو تجھ پر۔ تو داہنی طرف والے عالی مرتبہ
خوش قسمت لوگوں میں سے ہے"[1] ۹۱ اور اگر وہ
حق کو جھٹلانے والے گمراہ لوگوں میں سے ہو ۹۲
تو اُس کی مہمانی کھولتے ہوئے پانی سے
ہو گی ۹۳ اور اُسے جہنم کی سخت گرمی میں
جھونکا جائے گا[2] ۹۴ حقیقتاً، واقعاً یہ پوری پوری
سچی، حقیقی، قطعی اور یقینی بات ہے[3] ۹۵ تو
اپنے عظیم پالنے والے مالک کے نام کی تسبیح
پڑھو (یعنی رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ
وَبِحَمْدِہٖ اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی
وَبِحَمْدِہٖ پڑھ کر) خدا کی پاکیزگی،
بے عیبی اور کمال کا دل اور زبان سے
اعتراف کرو ۹۶ ع

۳
ع ۱۴
۱۶

وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۝۹۲
فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝۹۳
وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ۝۹۴
اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۝۹۵
فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝۹۶

---

[1] مطلب یہ ہے کہ اگر مرنے والا داہنی طرف والوں میں سے ہے تو خیریت ہی خیریت سمجھو۔ دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ پہلے دوسروں سے خطاب تھا اور اب خود داہنی طرف والوں سے خطاب ہے کہ سنو! اے داہنی طرف والو! تمہارے لئے سلامتی ہی سلامتی ہے۔ (فصل الخطاب)

***

[2] اس کے معنی آگ میں داخل ہونے کے علاوہ یہ بھی ہوتے ہیں کہ آگ ہر طرف سے گھیر لے (ابن کثیر)

***

[3] ھٰذا یعنی "یہ" اشارہ ہے مرنے والوں کے تینوں درجات کی طرف (معالم)
اور درجات کا تحقیقی طور پر یقینی ہونا ثابت ہے۔ اس دوہری تاکید سے مراد یہ ہے کہ یہ بات یقینی اور قطعی ہے اب اس میں مزید تحقیق کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ (تفسیر کبیر بقول ابن عطیہ)

***

www.drhasanrizvi.org

آیات ۲۹ سورۂ حدید مدنی رکوعات ۴

(لوہے (کے ذکر) والا سورہ)

(شروع کرتا ہوں) اللہ کے نام سے مدد مانگتے ہوئے جو سب کو
فیض اور فائدے پہنچانے والا بے حد مسلسل رحم کرنیوالا ہے ○
اللہ کی تسبیح کرتی ہے (یعنی) اللہ کی پاکی
اور بے عیبی کو بیان کرتی ہے ہر وہ چیز جو
زمین اور آسمانوں میں ہے ۔[ل] اور (یہ کہ) وہی
زبردست طاقت والا، عزت والا اور بڑی
سوجھ بوجھ کے ساتھ گہری مصلحتوں کے مطابق
بالکل ٹھیک کام کرنے والا ہے ① زمین
اور آسمانوں کی سلطنت اسی کے لئے ہے (یا)
وہی زمین اور آسمانوں کی سلطنت کا مالک

آیاتہا ۲۹ (۵۷) سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ رکوعاتہا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①
لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ

ل ہر چیز پر یہ خدا کا حق ہے کہ وہ خدا کی پاکیزگی اور کمال کو زبان حال سے یا زبان قال سے بیان کرے ۔ اس آیت میں اللہ کے ساتھ لام اس لئے لایا گیا کہ یہ کام صرف اللہ کی خوشی کے لئے خلوص کے ساتھ کرنا چاہیئے ۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۸۹)

***

www.drhasanrizvi.org

ہے۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے۔
اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ②
وہ اوّل بھی ہے اور آخر بھی۔ ظاہر بھی ہے
اور چھپا ہوا بھی[1]۔ اور وہ ہر چیز کا پورا پورا
علم رکھنے والا ہے ③ وہی ہے جس نے آسمانوں
اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ اور
پھر تختِ شاہی (عرش) پر متمکن ہوا (یعنی اُس
کی حکومت کائنات پر جاری و ساری ہوئی)
وہ اُسے بھی جانتا ہے جو زمین کے اندر جاتا
ہے، اور اُسے بھی کہ جو زمین سے نکلتا ہے،
اُسے بھی جو کچھ آسمان سے اُترتا ہے اور اُسے
بھی جو آسمان کی طرف چڑھتا ہے[2]۔ وہ تمھارے
ساتھ ساتھ ہے، جہاں کہیں بھی تم ہو (یعنی

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ②
هُوَ الْأَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ③
هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ
اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ
فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ
السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَهُوَ مَعَكُمْ

---

[1] خدا کے اول و آخر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جب کچھ نہ تھا جب بھی خدا تھا اور جب کچھ نہ ہوگا تب بھی خدا ہوگا۔ یعنی خدا کے لئے نہ کوئی ابتداء ہے اور نہ انتہا۔ اسی کو فلسفہ کی زبان میں ازلی اور ابدی کہتے ہیں اور دونوں کو ملا کر سرمدی کہتے ہیں۔

اور خدا کے ظاہر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ خدا کی قدرت و حکمت و عظمت کے آثار و دلائل بالکل ظاہر اور ہر چیز سے نمایاں ہیں۔ بقول شیخ سعدی

ہر ورقی دفتریست معرفت کردگار

یا بقول میر انیس

ہر سو تیری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے
حیراں ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں

لیکن اس کی ذات اتنی چھپی ہوئی ہے کہ نہ کسی نے اس کی ذات کو دیکھا اور نہ کبھی دیکھ سکے گا۔ کیونکہ خود خدا نے فرمایا لاتدرکہ الابصار اس کو نگاہیں دیکھ نہیں

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

کسی جگہ تم اُس کے عِلم قُدرت حکومت تدبیر
اور انتقام سے باہر نہیں ہو سکتے) تم جو کام
بھی کرتے ہو اللہ اُسے خُوب اَچھّی طرح سے
دیکھ رہا ہے ④ اور آسمانوں اور زمین کی سلطنت
اُسی کے لئے ہے اور تمام معاملات فیصلوں کے
لئے اُسی کی طرف لَوٹائے جاتے ہیں ⑤ وہی
رات کو دِن میں، اور دِن کو رات میں داخل
کرتا ہے اور دِلوں اور سینوں کے اَندر کے
رازوں تک کا خُوب اَچھّی طرح سے جاننے
والا ہے ⑥ (اِس لئے) اللہ اور رسولؐ کو دل
سے مانو اور اُس مال میں سے خیرات کرو
جِس کا دُوسروں کے بعد خدا نے تمھیں مالک
بنایا ہے۔ تو جو لوگ تم میں سے اِیمان لائیں گے

اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِيْرٌ ④
لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ
الْاُمُوْرُ ⑤
يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

سکتیں - خدا کی ذات باطن میں ہے اور باطن ہی میں رہے گی - آنکھوں کے سامنے کبھی نہیں آئے گی - خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں - (فصل الخطاب)

***

ـــلـه "جو آسمان سے اترتا ہے" اس سے مراد روزی بھی ہے اور بارش بھی ہے "اور جو بلند ہوتا ہے" وہ لوگوں کے اعمال اور دعائیں ہیں اور فرشتے بھی ہیں جو اترتے بھی ہیں اور چڑھتے بھی ہیں - (تبیان)

***

www.drhasanrizvi.org

وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۶
اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ
مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا
لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۷
وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ
لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ۝۸
هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰي عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ
مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ
رَّحِيْمٌ ۝۹

(یعنی) خدا و رسولؐ کو دِل سے مانیں گے اور خیرات کریں گے، تو اُن کے لئے بہت بڑا اَجر ہے ۝۷ آخر تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ پر اِیمان ہی نہیں لاتے، حالانکہ رسولؐ تمھیں تمھارے پالنے والے مالک پر اِیمان لانے کی طرف بُلا رہا ہے اور وہ تم سے عہد بھی لے چکا ہے، اگر تم واقعی ماننے والے ہو[1] ۝۸ وہی اللہ تو ہے جو اَپنے خاص بندےؐ پر صاف صاف کھلی ہوئی واضح آیتیں اُتارتا ہے، تاکہ تمھیں (کفر، گمراہی اور بُرائیوں کے) اَندھیروں سے نِکال کر (ہدایت، اِیمان اور عملِ صالح کی) رَوشنی میں لے آئے[2]۔ اور حقیقتاً وہ تم پر نہایت شفیق، مہربان اور مسلسل رحم کرنے والا ہے ۝۹ آخر

[1] آیت کے آخری الفاظ صاف صاف بتا رہے ہیں کہ جن لوگوں کا ذکر ہے وہ اپنے ایمان کا اعلان کر چکے تھے لیکن پھر بھی کچھ باتیں ماننے کو تیار نہ تھے اسی لئے ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم ان باتوں پر بھی ایمان لاؤ۔ کیونکہ تم تو ایمان کا عہد و پیمان کر چکے ہو۔ پھر تم کیوں نہیں مان رہے ہو۔
بعض مفسروں کے مطابق اس عہد و پیمان سے مراد عہد الست ہے جو سب نے عالم ذر میں کیا تھا۔ اس لئے ان کے نزدیک یہ خطاب کافروں سے ہے (ابن جریر مگر یہ تاویل بڑی دور کی ہے۔ کافر الست کے عہد و پیماں کو کب مانتے ہیں کہ اس کی بنیاد پر ان سے ایمان لانے کا تقاضا کیا جائے

***

[2] اندھیرے کے معنی گمراہی اور روشنی

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا وَكُلًّا وَعَدَ

تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ ہی نہیں کرتے؟ حالانکہ زمین اور آسمان سب آخر میں اللہ ہی کے رہ جائیں گے۔

تم میں سے جو لوگ فتح[1] (مکّہ) کے بعد خیرات اور جہاد کریں گے، وہ کبھی اُن لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنھوں نے فتح (مکّہ) سے پہلے خیرات کی اور جہاد کیا۔ اُن کا درجہ فتح کے بعد خیرات اور جہاد کرنے والوں سے کہیں بڑا اور بڑھ کر ہے۔ یوں تو خدا نے بھلائی کا وعدہ تو سب ہی سے کر رکھا ہے (یعنی یُوں تو دونوں اجر کے مستحق ہیں، لیکن فتح سے پہلے خیرات اور جہاد کرنے والوں کا مرتبہ کہیں زیادہ ہے) اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو،

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

کے معنی ہدایت، اور علم و معرفت ہے اس لئے علم و عقل کی روشنی ہی حق اور باطل کو الگ الگ کر دکھاتی ہے۔ اسی لئے اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تمھیں کفر و نافرمانی کے اندھیروں سے نکال کر ایمان و اطاعت کی طرف لے جائے گا۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۹۰)

***

[1] عام مفسرین کے نزدیک فتح سے مراد فتح مکہ ہے لیکن حافظ ابن جریر نے صلح حدیبیہ مراد لیا ہے۔ کیونکہ سورہ فتح میں صلح حدیبیہ کو فتح مبین کہا گیا ہے (ابن جریر)۔

***

www.drhasanrizvi.org

عٍ اللہُ الْحُسْنٰی وَاللہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۰﴾

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ
لَہٗ وَلَہٗۤ اَجْرٌ کَرِیْمٌ ﴿۱۱﴾

یَوْمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰی نُوْرُھُمْ
بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ بُشْرٰکُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ
تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ذٰلِکَ
ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۲﴾

اللہ اُسے خُوب اَچھّی طرح سے جانتا ہے ع ﴿۱۰﴾

کون ہے جو اللہ کو اَچھّا قرضہ دے؟ تاکہ

اللہ اُسے کئی گُنا بڑھاتا چلا جائے، اور اُس

کے لئے بہت عزّت والا پسندیدہ اَجر بھی ہو لے ﴿۱۱﴾

جس دِن تم مومن مَردوں اور عورتوں کو

دیکھوگے کہ اُن کا نُور اُن کے آگے آگے بھی

ہوگا اور اُن کے دائیں طرف بھی دَوڑ رہا ہوگا ؎

(کیونکہ وہاں مومنین کا اِیمان اور عمل نُور

میں تبدیل ہو جائے گا اور اُن کی شخصیّتیں

جگمگا اُٹھیّں گی) (اُن سے کہا جائے گا) تمھیں

آج یہ جنّت کے سرسبز و شاداب گھنے باغات

مُبارک ہوں، جن کے نیچے نہریں رَواں دَواں

ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی

ع ۱۷

لے مفسرین نے اس آیت کو قرض دینے کی فضیلت میں پیش کیا ہے مگر اس آیت میں خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کو بطور استعارہ قرض حسنہ کہا گیا ہے۔ کیونکہ قرض وہی ہوتا ہے کہ جو آج دیا جاتا ہے اور کل مل جاتا ہے اسی طرح جو مال اللہ کی راہ میں دیا جاتا ہے وہ بھی اللہ پر قرض ہوتا ہے اور خدا اس کو بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر واپس دے گا۔

البتہ یہ بات درست ہے کہ کسی ضرورت مند کو قرضہ دینا بہت افضل اور باعث ثواب ہے لیکن یہاں قرضہ سے مراد صرف خدا کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔

امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ "یہ آیت امامؑ کے حق کے بارے میں نازل ہوئی ہے ----- کیونکہ "مومنوں کی دولت میں امامؑ کا حق ہے" (تفسیر صافی صفحہ ۴۹۰ بحوالہ کافی و تفسیر قمی)

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

www.drhasanrizvi.org

بہت بڑی کامیابی ہے ⑫

اُس دن مُنافق مَرد اور عورتیں اُن لوگوں سے کہیں گے جو خدا و رسولؐ کو دل سے مانتے تھے کہ: "ذرا ہماری طرف بھی دیکھ لو" (یا) ذرا ہمارا اِنتظار کرلو تاکہ ہم بھی تمھارے نورُ سے کچھ فائدہ اُٹھالیں۔" تو اُن سے کہا جائے گا "واپس جاؤ، پیچھے ہٹو، کوئی اور نورُ ڈھونڈو۔" پھر اُن کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ اُس دروازے کے اندر تو رحمت ہی رحمت ہوگی اور باہر عذاب ہی عذاب ⑬ وہ مومنوں کو پُکار پُکار کر کہیں گے: "کیا ہم تمھارے ساتھ نہ تھے؟" مومن جواب دیں گے: "ہاں تھے۔ لیکن

يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا
انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ
فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ
بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ
الْعَذَابُ ⑬
يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ "اللہ نے اپنی مخلوق سے ہر وہ چیز نہیں مانگی جو ان کے پاس ہے اور نہ اس لئے مانگا کہ اسے قرض کی ضرورت ہے بلکہ اللہ کا جو حق ہے وہ مانگا جو اس کے ولی (امام وقت) کو دیا جانا چاہیئے -(کافی)

***

۲ے کیونکہ اصحاب یمین وہ ہیں جو داہنی طرف سے جنت میں جائیں گے اس لئے ان کا نور سامنے اور داہنی طرف پھیل رہا ہوگا (مجمع البیان) اس نور کی حقیقت کو سمجھانا ہمارے لئے ممکن نہیں کیونکہ آخرت کی تمام چیزوں کے نام وہی ہیں جو دنیا کی چیزوں کے ہیں لیکن ان کی حقیقت مختلف ہے اور ہمارے فہم وادراک سے باہر ہے (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

تم[1] نے اپنے آپ کو خود گمراہی میں ڈالے رکھا تھا۔ تم[2] نتیجہ نکلنے کے انتظار میں ٹھہرے رہے (یعنی ایمان نہ لائے اور یہی انتظار کرتے رہے کہ دیکھیں ایمان لانے میں دُنیوی فائدہ ہوتا ہے یا کافر رہنے میں) یا تم[3] شک وشبہ میں پڑے رہے تھے، جھوٹی[4] توقّعات، اُمیدیں اور آسرے تمھیں دھوکہ دیتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ کی طرف کا حُکم اور فیصلہ آگیا۔ (یعنی یا تو تمھاری مَوت آگئی یا اِسلام کا غلبہ ہوگیا) غرض آخر وقت تک تمھیں اُس بڑے دھوکے باز (شیطان) نے اللہ کے بارے میں دھوکے میں ڈالے رکھا ﴿۱۴﴾ تو آج نہ تم سے کوئی فدیہ یا معاوضہ قبول کیا جائے گا، اور نہ اُن لوگوں سے جنھوں

[1] ۔ فتن ۔ یعنی امتحان کے اصل معنی سونے کو آگ میں ڈالنا ہوتا ہے تاکہ کھرے اور کھوٹے کی پہچان ہو جائے اسی لئے فتن کے معنی امتحان لینے کے بھی ہوتے ہیں اور ہر اس چیز کو بھی فتنہ کہتے ہیں جس کے ذریعے کسی کا امتحان لیا جائے اسی لئے مال اور اولاد کو بھی قرآن نے فتنہ کہا ہے۔ (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

نے اَبدی حقیقتوں کا اِنکار کیا۔ تم سَب کا ٹھکانا
دوزخ ہے۔ وہی (دوزخ) تمھاری آقا، مالک
اور سرپرست ہے (یا) وہی تمھارے لئے موزوں
جگہ ہے اوریہی بدترین انجام ہے[1] (۱۵)
کیا اَبدی حقیقتوں کو دل سے ماننے والے
مومنین کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن
کے دل اللہ کے ذِکر اور اُس حق سے جو اُترا
ہے (مُراد قرآن سے) متأثر ہو کر جُھک جائیں؟
اور وہ اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنھیں
پہلے کِتاب دی گئی تھی، پھر لمبی مُدّت گزرنے
پر اُن کے دِل سخت ہوگئے اور (آج) اُن میں
سے اکثر بدکار ہیں[2] (۱۶) تمھیں معلوم ہونا چاہئیے
کہ اللہ ہی زمین کو اُس کے بے جان ہوجانے

مَأْوٰىكُمُ النَّارُ هِيَ مَوْلٰىكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝
اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ
اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ
فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝
اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ

---

[1] آخر میں جہنم کو مولیٰ کہا ہے یعنی جہنم تمہارے لئے اولیٰ اور انسب ہے۔ (تفسیر علی ابن ابراہیم وابن جریر)

***

[2] آیت کا اصل پیغام یہ ہے کہ خدا کی عظمت کا دل پر نقش اتنا گہرا ہونا چاہیئے کہ زمانے کے گزرنے پر یہ نقش مٹ نہ جائے محققین نے لکھا کہ آیت صاف صاف بتا رہی ہے کہ یہ کافروں کا ذکر نہیں بلکہ ان مسلمانوں کا ذکر ہے جن کے لئے کہا جا رہا ہے کہ "مدت لمبی ہونے پر ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں سے زیادہ تر بدکار ہیں" اس آیت کے بعد بلا استثناء یہ سمجھنا کہ رسول خداؐ کے زمانے کے تمام لوگ عادل اور سچے مومن تھے بہرحال قرآن کے خلاف ہے۔ (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

کے بعد زندہ کرتا ہے۔[۱] ہم نے تمھارے لئے یہ نشانیاں اور دلیلیں واضح طور پر پیش کر دی ہیں۔ شاید کہ اَب تم عقل سے کام لو ﴿۱۷﴾

حقیقت یہ ہے کہ اَچھے کاموں پر خرچ کرنے والے مَرد اور اَچھے کاموں پر خرچ کرنے والی عورتیں، اور جنھوں نے اللہ کو اَچھا قرضہ دیا ہے، یقیناً اُس مال کو اُن کے لئے کئی کئی گُنا بڑھا چڑھا کر اِضافہ کر دیا جائے گا، اور اُن کے لئے اُس کا بہترین باعِزّت پسندیدہ معاوضہ بھی ہوگا ﴿۱۸﴾[۲] غرض جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولؐ کو دِل سے مانتے ہیں، وہی اَپنے پالنے والے مالک کے نزدیک "صدیق" (یعنی بہت سچّے، سچّے دل سے حق کو ماننے والے،

بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ

---

[۱] پچھلی آیت سے اس آیت کا تعلق یہ ہے کہ جس طرح خدا مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے اسی طرح گمراہوں کو ہدایت اور کافروں کو توفیق ایمان بھی عطا فرماتا ہے (تبیان) - یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس طرح دلوں کو نرم کر کے ان میں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت عطا فرماتا ہے جس کو توفیقات الٰہیہ کہتے ہیں (مجمع البیان)

***

[۲] محققین نے نتیجہ نکالا کہ آخرت کا اجر مزدور کی اجرت کی طرح کا نہیں بلکہ اعمال خیر کا معاوضہ عزت و احترام کے ساتھ دیا جائے گا جیسے امتحان پاس کرنے پر انعام اور سند دی جاتی ہے (فصل الخطاب)

قرض حسنہ شریعت کی اصطلاح میں ایسے مال کو کہتے ہیں جو حلال کمائی سے کسی ضرورتمند کو دیا جائے اس حال میں کہ دینے والا دینے سے خوش ہو اور اس کی نیت صرف اللہ کی خوشی یا اللہ سے اجر حاصل کرنا ہو۔ (مدارک)

***

www.drhasanrizvi.org

اور قول اور عمل کے سچّے اور "شہید" (یعنی حق
کے گواہ ہیں۔ اُن کے لئے اُن کا اَجر و معاوضہ
بھی ہے اور اُن کا نُور بھی۔ (یعنی اُن میں سے
جو جس مَرتبہ کا سچّا اور حق کا گواہ ہو گا اُسی
درجے کا معاوضہ اور نُور اُس کو ملے گا[1]) اور
جن لوگوں نے اَبدی حقیقتوں کا اِنکار کیا (یا)
کُفر کیا، اور ہماری آیتوں، دلیلوں، باتوں
اور نِشانیوں کو جُھٹلایا، تو وہی لوگ جہنّمی ہیں ﴿۱۹﴾ ۲ ع ۹ ۱۸
خُوب جان لو (یا) تمھیں معلوم ہونا چاہیئے
کہ یہ دُنیا کی زندگی اِس کے سِوا کچھ نہیں کہ یہ[(1)]
ایک کھیل کود اور تماشا ہے، اور دل لگی ہے،
بناؤ[(2)] سنگھار یا ظاہری ٹیپ ٹاپ ہے، آپس[(3)]
میں ایک دُوسرے پر اِترانا، فخر کرنا ہے اور

وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ وَالَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۹﴾
اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّ
تَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ كَمَثَلِ

---

[1] امام زین العابدینؑ سے روایت ہے کہ "یہ آیت (اولین معنی میں) ہمارے اور ہمارے پیروکاروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے (تفسیر صافی صفحہ ۴۹۰ بحوالہ التہذیب)

حضرت امام حسینؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا "ہمارے پیروکاروں میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جو صدیق و شہید نہ ہو" پوچھا گیا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کیونکہ ان میں کے اکثر اپنے اپنے بستروں پر ہی مرجاتے ہیں۔ جواب میں امامؑ نے یہی آیت تلاوت فرمائی (المحاسن)۔

حضرت علیؑ نے فرمایا "ہمارے پیروکاروں میں سے جو بھی مر جائے وہ صدیق ہے اس لئے کہ اس نے ہمارے امر (امامت و ولایت) کی تصدیق کی اور اس نے جس سے دوستی کی ہماری وجہ سے کی اور جس سے دشمنی کی ہماری وجہ سے کی۔ اس نے ہر معاملے میں اللہ کو مدنظر رکھا (کیونکہ) وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو دل سے مانتا ہے" پھر حضرت علیؑ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (الخصال)

***

www.drhasanrizvi.org

ایک دُوسرے سے مال اور اولاد میں بڑھ جانے
کی کوشش کرنا ہے[1]۔ اِس (زندگی) کی مثال تو
بس ایسی ہے جیسے بارش ہو اور اُس سے پیدا
ہونے والی نباتات کو دیکھ کر کِسان خوش ہو جائے۔
پھر وہی کھیتی پک جائے اور پھر دیکھتے دیکھتے
وہ کھیت خُشک ہو کر پیلا ہونے لگے۔ پھر وہ
سُوکھ کر چُورا چُورا ہو جائے (یا) بھُس بَن کر
رہ جائے۔ (اِس کے برعکس) آخرت (کی زندگی)
وہ جگہ ہے جہاں (کچھ لوگوں کے لئے تو) سخت
سزا ہے، اور (کچھ لوگوں کے لئے) اللہ کی معافی
بھی ہے اور اُس کی خوشنودی بھی۔ جبکہ دُنیا
کی زندگی دھوکے کے سامان کے سِوا کچھ نہیں ⑳
(اِس لئے) دوڑو اور ایک دُوسرے سے آگے

غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ⑳

---

[1] قرآن میں جہاں اس بات کی نفی کی گئی ہے کہ دنیا کی زندگی کھیل تماشا نہیں وہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کو بے مقصد نہیں پیدا کیا گیا ہے۔ یہاں جو دنیا کو کھیل تماشا کہا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر زندگی کا اصل مقصد یعنی خدا کی اطاعت اور آخرت کی تیاری کو بھلا کر صرف دولت، عزت، شہرت اور اولاد کی خاطر زندگی گزارنا ایسی بے مقصد زندگی کھیل تماشے کی طرح صرف وقتی لذت رکھتی ہے۔ کوئی دیرپا حقیقت نہیں رکھتی اس کا انجام آخرت کی سخت سزا ہوتا ہے۔ لیکن اگر اسی زندگی کو آخرت کی تیاری کے لئے استعمال کیا جائے تو اس کا انجام اس آیت میں اللہ کی چھا جانے والی رحمت، گناہوں کی معافی اور خدا کی رضا مندی ہے جس سے بڑی کوئی کامیابی ہو ہی نہیں سکتی۔

www.drhasanrizvi.org

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۲۲﴾

بڑھنے کی کوشش کرو اپنے پالنے والے مالک کی معافی، رحمت اور جنّت کی طرف، جس کی چوڑائی، وسعت آسمان اور زمین کی چوڑائی اور وسعت کے برابر ہے۔[۱] (یعنی بے انتہا وسیع ہے) جو اُن کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اُس کے رسولوں کو دل سے مانیں۔ یہ اللہ کا فضل و کرم ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اور اللہ بہت بڑے فضل و کرم والا ہے (۲۱)

کوئی مُصیبت ایسی نہیں جو زمین پر یا تمھاری جان پر اُترے، اور ہم نے اُس کو پیدا کرنے سے پہلے ہی ایک کِتاب میں نہ لِکھ رکھّا ہو۔ یقیناً یہ بات اللہ کے لئے بہت آسان ہے[۲] (۲۲) یہ سَب اِس لئے کیا ہے تاکہ تم اُس

---

۱ محاورۂ عرب میں آسمان و زمین کی وسعت جیسا کہنے کا مطلب بے انتہا وسیع ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر وہ کردار اختیار کرو کہ تمھیں اللہ کی چھا جانے والی رحمتیں، معافیاں اور جنّتیں مل جائیں۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۹۱)

***

۲ حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ "جو فرشتہ ماں کے رحم پر مقرر ہے وہ انسان کی دونوں آنکھوں کے درمیان وہ سب کچھ لکھ دیتا ہے جو وہ دنیا میں کر گزرنے والا ہے یہی مطلب ہے اس آیت کا کہ "کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے کہ جو زمین میں آئی ہو یا تمھاری جانوں پر آئی ہو مگر یہ کہ اس سے پہلے کہ ہم نے اسے پیدا کیا وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی موجود ہے"۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴۹۱ بحوالہ علل الشرائع)

***

www.drhasanrizvi.org

چیز پر جو تمہارے ہاتھ سے نِکل جائے (بے حد)
افسوس نہ کرو، اور جو کچھ تمہاری طرف آئے
اُس پر پھول نہ جاؤ۔ اللہ کسی اِترانے والے،
اَپنے کو بڑی چیز سمجھنے والے اور فخر کرنے والے
شیخی باز کو پسند نہیں کرتا [1] (۲۳) جو (خود بھی) کنجوسی
سے کام لیتے ہیں اور لوگوں کو بھی کنجوسی پر
آمادہ کرتے ہیں، اَب جو بھی (حق سے) مُنہ
موڑے گا تو اللہ کو بھی اُس کی کوئی پرواہ
نہیں۔ (یا) خدا کی کوئی حاجت لوگوں سے
اَٹکی ہوئی نہیں۔ اور خدا ہر تعریف کا حقدار
ہے (اِس لئے اُس کے ہاں اَچھّی صِفات رکھنے
والے لوگ ہی مقبول ہوسکتے ہیں) (۲۴)
ہم نے اَپنے پیغمبروںؑ کو صاف صاف کھُلی

لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۗ
وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ (۲۳)
الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۗ
وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ
الْحَمِيدُ (۲۴)

---

[1] مطلب یہ ہے کہ خدا کی کوئی نعمت تمہارے دلوں میں اتراہٹ یا فخر کے جذبات پیدا نہ کردے۔ رہی طبیعت کی خوشی تو وہ فطری حق ہے۔ البتہ اتراہٹ، فخر و غرور نہ پیدا ہونا چاہیئے۔ جو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان دنیا کی کامیابی کو اپنی ذاتی خوبی اور ذاتی استحقاق سمجھ بیٹھتا ہے۔ قرآن نے اس غلط تصور کی جڑیں کاٹ دیں۔ سب کچھ اللہ کی مرضی اور عطا سے ملتا ہے اس لئے نہ خوشی حد سے زیادہ ہو اور نہ غم اتنا زیادہ ہو کہ بندہ خدا پر اعتراض کر بیٹھے۔ ورنہ کسی نقصان پر فطری غم میں کوئی حرج نہیں۔ یہی تصور ہر غم کا علاج ہے کہ بندہ خدا کی مرضی پر نگاہ رکھے۔ (ماجدی)

***

www.drhasanrizvi.org

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ
الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ
وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ
وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ
يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ
عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾ ع
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ
ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ

رَوشن اور واضح دلیلوں، نشانیوں اور ہدایتوں کے ساتھ بھیجا اور اُن کے ساتھ کتاب (مُراد قانونِ حیات) اور "میزان" (یعنی) توازن اور اِعتدال کا معیار بھی اُتارا۔ تاکہ لوگ اِنصاف اور عدالت کو قائم رکھّیں[1]۔ اور ہم نے لوہا بھی اُتارا جس میں بڑا زور ہے۔ اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں۔ تاکہ اللہ جان لے کہ کون بے دیکھے خدا اور اُس کے رسولوںؑ کی مدد کرتا ہے۔ حقیقتاً خدا بڑی طاقت والا اور غالب آنے والا
۳ ع ۱۹ زبردست ہے ﴿۲۵﴾ ع

بے شک ہم ہی نے نوحؑ اور ابراہیمؑ کو (پیغمبرؑ بنا کر) بھیجا اور اُنھیں دونوں کی اَولاد میں نبوّت اور کِتاب رَکھ دی۔ تو اُن میں

---

[1] یہاں کتاب سے مراد تمام آسمانی کتابیں ہیں (تفسیر روح المعانی) میزان سے عدل الہیٰ یا خدا کے عادلانہ احکامات مراد ہیں۔ (تفسیر کبیر، معالم، ابن کثیر)

بعض محققین نے میزان سے عقل سلیم، خدا کی معرفت اور انسانی ضمیر مراد لئے ہیں۔ (تفسیر کبیر) کتاب سے اشارہ قوت نظری کی جانب ہے اور میزان سے قوت عمل کی طرف اشارہ ہے (تفسیر کبیر)

خدا کا فرمانا ہے "ہم نے ان پیغمبروں کے ساتھ کتاب اتاری تو ظاہر ہے کہ یہ کتاب تحریری کتاب تو ہو نہیں سکتی۔ کیونکہ ایسی کتاب تو صرف چند پیغمبروں کو ملی ہے۔ اس لئے یہاں کتاب سے مراد مقرر کیا ہوا قانون ہے جیسا کہ روزہ والی آیت میں کہا گیا۔ کتب علیکم الصیام تم پر روزوں کا قانون فرض کیا گیا ہے۔

***

www.drhasanrizvi.org

سے کچھ نے تو ہدایت قبول کی[۱] - اور اُن میں سے
اکثر بدکار اور نافرمان ہو کر اللہ کی اِطاعت
کے دائرے سے نِکل گئے (۲۶) پھر اُن کے پیچھے
پیچھے ہم نے پے در پے اپنے رسولؑ بھیجے - اور
سَب کے بعد عیسیٰؑ ابن مریمؑ کو بھیجا - اُنھیں ہم
نے اِنجیل عطا کی - اور جن لوگوں نے اُن کی
پیروی کی ، اُن کے دِلوں میں ہم نے ہمدردی
کرنا ، ترس کھانا ، رحم کرنا ، لوگوں کی مدد کرنا ،
مِلنساری اور مہربانی رکھ دی - اور رہبانیّت
(یعنی دُنیا کے فِتنوں اور اَپنے نفس کی کمزوریوں
سے ڈر کر دُنیا کی عملی زندگی کو چھوڑ دینا اور
جنگلوں ، پہاڑوں میں جا بیٹھنے) کو اُنھوں نے
خود اِیجاد کیا - ہم نے اُسے اُن پر فرض نہیں

وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَٰسِقُونَ ﴿٢٦﴾
ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى
ابْنِ مَرْيَمَ وَءَاتَيْنَٰهُ الْإِنجِيلَ ۝ وَجَعَلْنَا فِى
قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً
ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَٰهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَآءَ

---

[۱] محققین نے نتیجہ نکالا کہ نبوت اور کتاب ہمیشہ انبیاءؑ کی اولاد میں رہیں گے - اس لئے رسول اکرمؐ کی نیابت بھی ان کی اولاد میں رہنی چاہئیے - خدا کی یہ سنت ہے کہ نبوت اور امامت ایک جگہ جمع کر دی جائے - خدا کی اس سنت کے مطابق نبوت اور کتاب انبیاءؑ کی ذریت میں رہے گی - رسول خداؐ کے بعد ان کی اولاد ہی کو کتاب خدا کا علم اور امامت یعنی خلافت رسولؐ ملنی چاہیئے -

خود قرآن میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا ہے -

" ہماری اولاد میں ایک گروہ تیری مکمل اطاعت کرنے والا قرار دے " نیز حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا " اے میرے بیٹو! اللہ نے دین کو صرف تمہارے لیے مصطفیٰ کیا ہے - پس تم نہ مرنا مگر مسلمان "

(قرآن سورہ بقرہ)

***

www.drhasanrizvi.org

کیا تھا۔ مگر اللہ کی خوشی کے حاصل کرنے کی طلب میں اُنھوں نے اَپنے آپ یہ بدعت پَیدا کی (یا) جبکہ اُن میں اللہ کو خوش کرنے کی طلب رہنا چاہیئے تھی۔ پھر اُنھوں نے اُس (رہبانیّت) کی پابندی کا بھی جو حق تھا اُس کا پُورا خیال نہ رکھّا (یعنی دُہری غلطی کی۔ ایک تو خود اَپنے اُوپر سخت پابندیاں عائد کیں' پھر اُن پابندیوں کو بھی پُورا نہ کیا) پس ہم نے اُن لوگوں کو جو دل سے اِیمان لائے تھے' اُن کا معاوضہ عطا کیا۔[1] مگر اُن میں کے زیادہ تر لوگ بدکردار اور بداعمال ہیں ۲۷

اَے وہ لوگو جو اَبدی حقیقتوں کو دل سے

رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۲۷

---

[1] خدا کا حکم تو صرف اتنا سا تھا کہ ہر خواہش کو پورا کرتے ہوئے انسان خدا کی مرضی کا تابع رہے۔ کوئی کام خدا کی مرضی کے خلاف نہ کرے۔ یہی تقویٰ اور پرہیزگاری کی حقیقت ہے۔ خدا کا مقصد ہرگز یہ نہ تھا کہ عملی زندگی میں حصہ نہ لیا جائے لیکن لوگوں نے افراط و تفریط سے کام لیا کچھ تو بالکل دنیادار بن بیٹھے ان کو خدا کی ناراضگی اور آخرت کی کوئی پرواہ نہ رہی۔ اور کچھ نے رہبانیت کو اپنا لیا اور عملی زندگی کو چھوڑ بیٹھے اب جن لوگوں نے نظام اسلامی کو قبول کر کے رہبانیت کو غلط سمجھا ان کو ان کے اچھے کاموں کی جزا ملے گی۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ خدا فرما رہا ہے کہ ہم نے تو رہبانیت کو ان پر مسلط نہیں کیا مگر انہوں نے خدا کی خوشی حاصل کرنے کے لئے رہبانیت کو از خود ایجاد کیا تو اب جو عیسیٰؑ پر ایمان رکھتے ہیں انہیں اس رہبانیت کا بھی اجر ملے گا اس لئے کہ ان کی نیت بہرحال خدا کی خوشی کو حاصل کرنا تھا اگرچہ ان کی فکر میں غلطی تھی (فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

مانتے ہو، اللہ سے ڈرو اور اُس کے رسول (محمدؐ) پر ایمان لاؤ۔ (یعنی) تم فقط زبان سے نبوّت کا اِقرار نہ کرو، بلکہ سچے دِل سے اِیمان لاؤ اور اُن کی پیروی کرو (یا اَے وہ لوگو جو عیسیٰؑ کو مانتے ہو، محمدؐ کو بھی خدا کا رسول مانو) (۱) اللہ تمھیں اَپنی رحمت کے دو حصّے عطا کرے گا اور تمھارے (۲) لئے ایک اَیسی رَوشنی پیدا کر دے گا کہ تم اُسے ساتھ لئے لئے چلو پھروگے (یا) جس کی رَوشنی میں تم چلوگے پھر (۳) وہ (تمھارے گناہ بھی) معاف کر دے گا۔ اللہ تو بڑا معاف کرنے والا اور بے حَد مسلسل رحم کرنے والا ہے (۲۸)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَءَامِنُوا۟ بِرَسُولِهِۦ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِۦ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِۦ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَٱللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۲۸)

۱؎ ممکن ہے کہ یہ خطاب عیسائیوں سے ہو کہ تم نے حضرت عیسیٰؑ کو مانا اب ہمارے آخری رسولؐ پر بھی ایمان لے آؤ گے تو تمہیں ہم اپنی رحمت کے دو حصے عطا فرمائیں گے۔ ایک حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانے کی وجہ سے اور دوسرا آخری نبیؐ پر ایمان لانے کی وجہ سے۔ اس لئے بھی کہ تمہارا ایمان لانا دوسروں کے لئے مشعل ہدایت ہوگا۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کو دل سے مانیں گے اور اللہ کی ناراضگی سے بچنے کے لئے رسولؐ کو اس طرح دل سے مانیں گے کہ ان کی سیرت کی پیروی کریں گے تو خدا اپنی رحمت کے دو حصے یعنی دنیا اور آخرت دونوں ہی کا اجر عطا فرمائے گا جیسا کہ خدا فرماتا ہے "ہم نے انہیں ان کا اجر دنیا میں بھی دیا اور آخرت میں بھی وہ نیک کام کرنے والوں میں سے ہیں"۔ (عنکبوت ۲۷)

اللہ نے انہیں دنیا کا بھی ثواب دیا اور آخرت کے ثواب کی بھلائی بھی عطا فرمائی" (آل عمران ۱۴۸)

***

www.drhasanrizvi.org

(اور یہ سب کچھ اللہ تمھیں اِس لئے عطا کرے گا) تاکہ اہلِ کِتاب یہ جان لیں کہ اُنھیں اللہ کے فضل وکرم پر کِسی قسم کی کوئی اِجارہ داری نہیں، اور یہ کہ اللہ کا فضل و کرم (خود) اُس کے اَپنے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اور اللہ بہت بڑے فضل وکرم والا ہے (یا) (تم مُسلمانوں کو بھی نیکی کا راستہ اِختیار کرنا چاہئیے) تاکہ اہل کتاب کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے فضل پر اُن کا کوئی اِجارہ نہیں۔ اور یہ کہ اللہ کا فضل اُس کے اَپنے ہاتھ میں ہے۔ وہ جِسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اور وہ بڑے فضل کرم والا ہے[۱] ع (۲۹)

لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتٰبِ أَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾

---

[۱] مطلب یہ ہے کہ جو اہل کتاب مسلمان نہیں ہوئے ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ اللہ کے فضل واحسان پر کوئی قدرت نہیں رکھتے۔ (ابن جریر، جلالین، شاہ ولی اللہ، شاہ رفیع الدین)

یہ مطلب ان مفسرین نے لکھا جنھوں نے آیت میں لفظ "لا" کو زائد مانا۔ اب جو "لا" کو زائد نہیں مانتے انہوں نے اس کا مطلب یہ لکھا کہ "اہل کتاب یہ نہیں جانتے کہ انہیں اللہ کے فضل وکرم پر کچھ قدرت نہیں ہے"۔ حقیقتاً وہ مسلمان ہو کر اللہ کے فضل وکرم کے حاصل کرنے کے پورے پورے مستحق ہو سکتے ہیں (بلاغ و فصل الخطاب)

***

www.drhasanrizvi.org

محمد اقبال حسینی [illegible]

ریسرچ اینڈ [illegible] آفیسر محکمہ اوقاف

میں نے اس Quran ویب سائٹ کے پارہ نمبر ۲۷، قال فما خطبکم

کو شروع تا آخر بغور پڑھا ہے اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ اس میں متن یا کوئی

کمی بیشی نہیں ہے اور زیر، زبر، پیش، جزم وغیرہ درست ہیں۔

دوران طباعت اگر کوئی زیر، زبر، پیش، جزم، مد وغیرہ

ٹوٹ جائے تو اسکی ذمہ داری ہمارے ذمے نہیں ہے۔

حافظ [illegible]

منظور شدہ [illegible]

www.drhasanrizvi.org

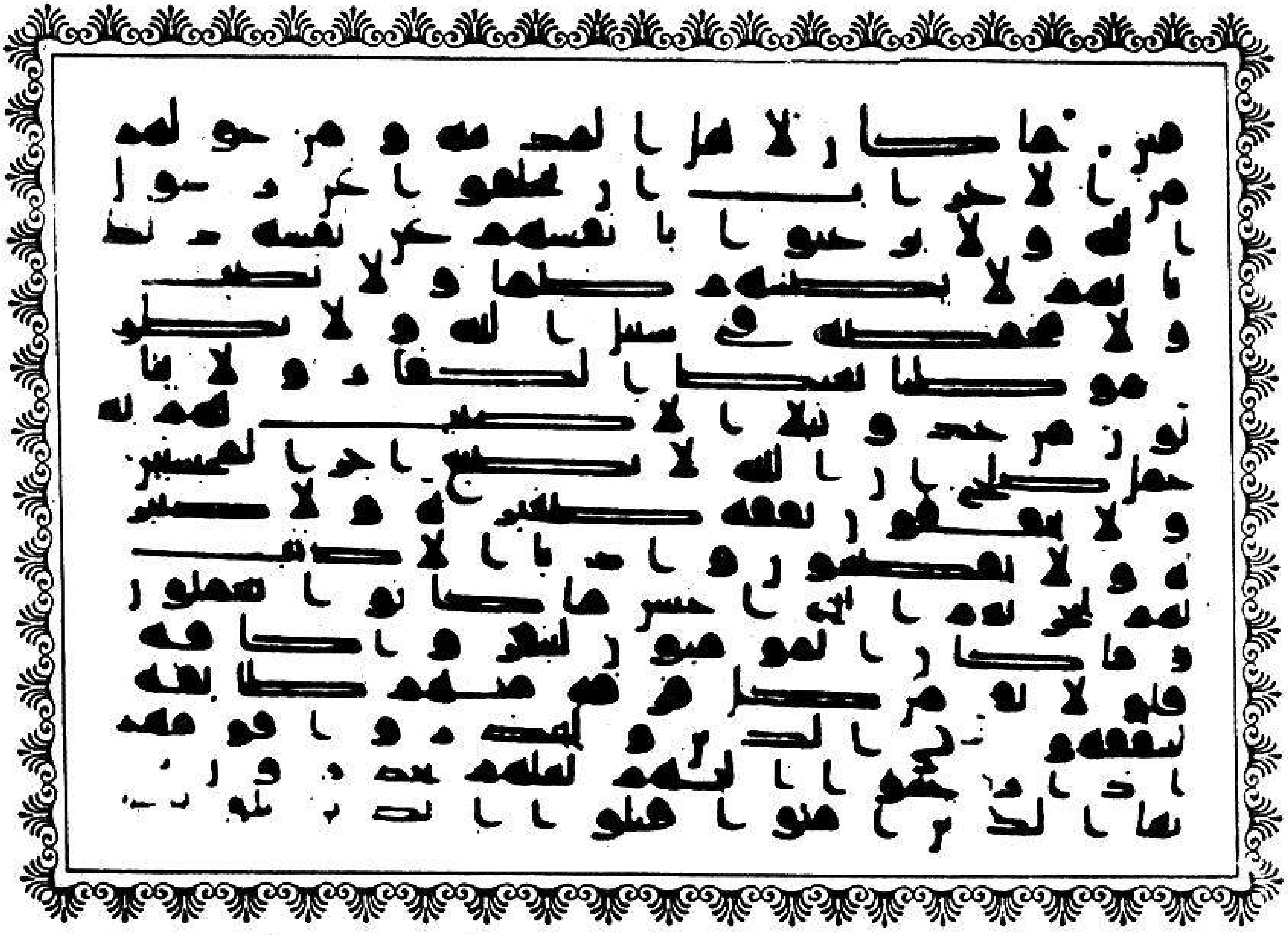

امام زین العابدین علیہ السلام کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید

نزولِ قرآن کا مقصد اور عبادت کی حقیقت

○...... ''اور ہم نے قُرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔ تو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟''

(القرآن: سورہ قمر: ۵۴۔۱۷)

○...... ''یہ (قرآن) بڑی برکت والی کتاب ہے جس کو ہم نے آپؐ پر اُتارا ہے تا کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور و فکر کریں اور تا کہ عقل والے نصیحت حاصل کریں''

(القرآن: سورہ ص: ۳۸۔۲۹)

○...... ''تلاوت بغیر تدبّر، غور و فکر کے نہیں ہوتی''

(الحدیث)

○...... ''عبادت یہ نہیں کہ تم کثرت سے کھڑے ہو کر نمازیں پڑھے جاؤ اور لمبے لمبے رکوع اور سجدے کیے جاؤ۔ بلکہ عبادت یہ ہے کہ اللہ کے کاموں اور آیتوں پر غور و فکر کیا جائے۔''

(الحدیث)

○...... ''ایک گھنٹہ غور و فکر کرنا ستر (۷۰) سال عبادت کرنے سے بہتر ہے''

(الحدیث)

میزان فاؤنڈیشن

اِسلامک ریسرچ سینٹر

عائشہ منزل چوک، فیڈرل بی ایریا نمبر ۶ شاہراہ پاکستان، کراچی

0345-2443358

0315-8200311, 0321-8475550, 0300-4496512

Email: mz.foundation@hotmail.com

کتبہ: سیّد جعفر صادق

Printed by System Graphics Karachi

ایڈیشن: 2012-13